جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ
عید غوثیہ مبارک ھو
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
اسلام اور حقوق نسواں
صلح کلّیت! تعارف، نقصانات اور تدارک
حیات غوث اعظم کے چند تابندہ نقوش
صنف نازک پر رحمۃ اللعالمین کی شفقت و رحمت
اجمیر مقدس میں جمعیت علمائے ہند کا عمل...
مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
مدیر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

جلد نمبر ۲

شمارہ نمبر ۱

فی شمارہ ۲۰ روپے | زر سالانہ ۲۵۰ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

لائف ممبرشپ (اندرون ملک) ۵۰۰۰ روپے | پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش ۱۱۰۰۰ روپے

لائف ممبرشپ (دیگر ممالک) ۵۰۰ امریکی ڈالر

جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9411090486, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ Cont. Add دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲، سوداگران، بریلی شریف، یوپی

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.)

فون: Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453

E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com

nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون	کالم
			منظومات
۵	مفتی سید اولاد رسول قدسی	بریلی سے رکھو رشتہ بڑا نازک زمانہ ہے، پکارو یا رسول اللہ	●
			اداریہ
۶	عبد الرحیم نشتر فاروقی	اسلام اور حقوق نسواں	●
			ضیائے قرآن
۳۱	مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری	والدین کے ساتھ حسن سلوک! قرآن وحدیث کی روشنی میں	●
			بہار حدیث
۴۱	مفتی عسجد رضا خاں قادری بریلوی	اقسام علم اور ان کے احکام	●
			نقد و نظر
۵۱	ڈاکٹر امجد رضا امجد	اجمیر مقدس میں جمعیت علمائے ہند کا عمل......	●
۹۱	ڈاکٹر غلام مصطفٰی نجم القادری	صلح کلیت، تعارف، نقصانات اور تدارک	●
۱۳	ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی	مسئلہ اذان ثانی کا تاریخی پس منظر	●
			اسلاف و اخلاف
۳۲	ڈاکٹر ساحل شہسرامی	حیات غوث اعظم کے چند تابندہ نقوش	●
			اسلامیات
۰۴	ڈاکٹر اقبال اختر القادری	صنف نازک پر رحمۃ اللعالمین کی رحمت وشفقت	●
			فقہیات
۲۴	حضور تاج الشریعہ	تین طلاقوں کا شرعی حکم	●
			سخن در سخن
۴۴	مفتی ابو طالب نوری	انوار ہدایت	●
			چہ میگوئیاں
۵۴	مفتی شمشاد حسین بدایونی	ماہنامہ سنی دنیا! ایک تجزیاتی مطالعہ	●
			خیر و خبر
۱۵	مولانا عباس مصباحی، مولانا قمر اخلاقی	قاہرہ، مصر میں عرس رضوی، کیرلا میں یاد رضا کی چمک دمک	●
			رضویات
۳۵	अतीक़ अहमद हशमती	वज़ाइफ़े ग़ौसिया	●
۵۵	हाफ़िज़ शकील औज	आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़	●
			تعزیرات قلم
۸۵	Huzoor Tajushsharia	A Just Answer To The Biased Author	●

منظومات

بریلی سے رکھو رشتہ

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی

بریلی سے رکھو رشتہ، بڑا نازک زمانہ ہے
رہو خوش بخت سرتاپا، بڑا نازک زمانہ ہے

نہ جانے کب مدینے کی ہوا آکر سما جائے
رکھو وا دل کا دروازہ، بڑا نازک زما ہے

رضا کے دامن اقدس سے لپٹے ہی رہو ہر دم
ہے یہ عقبیٰ کا سرمایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رہو تا زندگی آقا کے گستاخوں سے کوسوں دور
نہ بکھرے حق کا شیرازہ، بڑا نازک زمانہ ہے

کرو ابطال باطل ہو کے تم بے خوف دنیا سے
رہو حق پر عمل پیرا، بڑا نازک زمانہ ہے

کہاں ہے کون ہے مسلک کا مخلص دور حاضر میں
تعجب ہر سو ہے سنّاٹا، بڑا نازک زمانہ ہے

بسا لو خیر کی خوشبو سے اپنا نامۂ اعمال
نہ بننا شر کا دلدادہ، بڑا نازک زمانہ ہے

نہیں ہے دور وہ دن جب رضا سے جلنے والوں کو
اٹھانا ہوگا خمیازہ، بڑا نازک زمانہ ہے

بٹھائی قلب میں جس ذات نے عظمت شہِ دیں کی
بناؤ اس کو پیمانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے نام پر چلتے رہے اب ان پہ ہی حملہ
یہی ہے شان مردانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

یہ ایماں دین ہے کس کی رضا کے دشمنو بولو
بڑے بنتے ہو علامہ، بڑا نازک زمانہ ہے

مری توبہ عداوت اس رضا سے جس نے آقا کا
بنایا ہم کو دیوانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کا مانو احساں جس نے ہم کو یہ دیا ادراک
ہیں اصل دو جہاں آقا، بڑا نازک زمانہ ہے

وہابی، دیوبندی، صلح کلی سب ہوئے پسپا
ہے احساں اعلیٰ حضرت کا، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا سے ہر طرف روشن ہے یہ نام اہل سنت کا
رہے ان کا سدا سایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

نبی کا معجزہ اور رب کی آیت اعلیٰ حضرت ہیں
کبھی ان سے نہ ٹکرانا، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے مسلک حق کا تمہیں رہنا ہے پیرو کار
یہی حق کا ہے کاشانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے دشمنوں کی ہے بڑی یہ پر خطر سازش
رہو تم ان سے چوکنّا، بڑا نازک زمانہ ہے

عقائد اہل سنت کے رضا نے کر دیئے واضح
کوئی کیسے یہ بھولے گا، بڑا نازک زمانہ ہے

رہو سینہ سپر فکر رضا کی تم حمایت میں
ہے یہ گوہر گرانمایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رہے پیش نظر قدسیؔ وصیت اعلیٰ حضرت کی
تقاضہ ہے یہ ایماں کا، بڑا نازک زمانہ ہے

پکارو یارسول اللہ

بڑی حالت کشیدہ ہے، پکارو یارسول اللہ
غموں کا بہتا دریا ہے، پکارو یارسول اللہ

نہیں سننا کبھی آقا کے گستاخوں کی تم باتیں
صحابہ کا وطیرہ ہے، پکارو یارسول اللہ

تم اہل حق ہو رکھو پائدار اپنے عقیدے کو
بزرگوں کا طریقہ ہے، پکارو یارسول اللہ

تمہیں یہ اعلیٰ حضرت سے ملا ہے درس ایمانی
رضائے رب کا تمغہ ہے، پکارو یارسول اللہ

ضرورت کیا؟ کرو اغیار سے تم نالہ و شیون
مصیبت کش وظیفہ ہے، پکارو یارسول اللہ

جنازہ کرب و کلفت کا نکل جائے گا پل بھر میں
یہ سب کا آزمودہ ہے، پکارو یارسول اللہ

وہ رب کی معرفت کے نور سے معمور کر دیں گے
اگر خالص عقیدہ ہے، پکارو یارسول اللہ

ہیں ہر سو ٹولیاں ایمان و مذہب کے لٹیروں کی
یہی بس اک سہارا ہے، پکارو یارسول اللہ

خدا کی رحمتیں برسیں گی تم پر دم بہ دم قدسی
بہشتی سیدھا رستہ ہے، پکارو یارسول اللہ

□ □ □

اسلام اور حقوق نسواں

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ذلت ورسوائی کے تحت الثریٰ سے اٹھا کر عزت وعظمت کے عرش اعظم پر بٹھایا ہے، تاریخ عرب شاہد ہے کہ ظہور اسلام سے قبل اس عورت کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جاتا، دامادی کا تصور کسی لعنت کے طوق سے کم نہ تھا، عورت سامان خرید وفروخت کی طرح بازاروں میں سجادی جاتی، ظالم وہوس پرست خریدار ٹھوک بجا کر دیکھتے اور چند سکوں کے عوض اس کی سانسوں اور سراپے کے مختار کل بن جاتے، پھر ابدی غلامی کا پٹہ اس کے گلے کا ہار بن جاتا، کسی بیوہ کی شکل وصورت لوگوں کے لئے نحوست وبدشگونی کی علامت تھی، رحم وکرم کے چند بے قدر چھینٹے عورت کے حصے میں صرف اس وقت ہی آتے تھے جب وہ کسی مرد کی شہوت وحیوانیت کے لئے تختۂ مشق بنی ہوتی، ہندوستان میں شوہر اپنی بیوی کو جوئے میں داؤ پر لگا دیتا اور بیوی جیتنے والے کی ملکیت ہو جاتی تھی، یہی نہیں اگر شوہر مر جائے تو بیوی کو بھی اس کی چتا پر زندہ جلا دیا جاتا تھا، شفقت ومحبت، عزت وعظمت، جذبات واحساسات اور مسرت وشادمانی کی لذت سے اس کی زندگی بالکل عاری تھی، مختصر یہ کہ بے کیف وسرور جیتے جی لاشے میں تبدیل ایک سراپے کا نام تھا ''عورت'' اور بس۔

لیکن جب ۱۲؍ربیع النور کی سعادت مند تاریخ کو انسان کو انسانیت کا درس دینے والے ''معلم انسانیت'' تشریف لے آئے، عالم کا ذرہ ذرہ انسانیت کی خوشبو سے مہک اٹھا، ابولہب کی باندی ثویبہ دوڑتی ہوئی آکر اطلاع دیتی ہے: اے ابولہب! تمہارے بھائی عبد اللہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے، مبارک ہو، تم چچا بن گئے، ابولہب یہ خوش خبری سن کر جوش مسرت میں جھوم اٹھا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ثویبہ! اس عظیم خوش خبری کے عوض آج میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

ذرا غور فرمائیے! کسے آزادی کا پروانہ مل رہا ہے؟ کون غلامی کے طوق سے نجات پا رہا ہے؟ کس کا نصیبہ جاگ اٹھا ہے؟ اس دنیائے رنگ وبو میں معلم انسانیت کی تشریف آوری کا پہلا دن ہے اور پہلا انقلاب؟ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ایک ''عورت'' کی غلامی کی لعنت سے آزادی، دنیا کی اس مظلوم ترین ہستی کو محسن انسانیت اپنے قدموں کی برکت سے آزادی کا پروانہ تھما کر دنیا کو یہ درس دے رہے ہیں کہ لوگو! یہ نازک سی مخلوق غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے نہیں بلکہ آغوش محبت میں چھپا لینے کے لئے ہے، آخر اس کی بھی اپنی زندگی ہے اور اُسے بھرپور جینے کا حق بھی ہے، اس کے بھی اپنے جذبات واحساسات ہیں، اس کے اندر بھی جوش وامنگ ہے، پھر کیوں اس کے یہ جائز حقوق سلب کئے جا رہے ہیں؟ اس لئے آج سے اسے اس کا ہر جائز مقام اور اس کے تمام واجب حقوق بہر حال دیئے جائیں گے۔

اسلام کیا آیا، عورتوں کا مسیحا آ گیا، اس نے عورت کو نہ صرف جینے کا حق دیا بلکہ اسے معاشرے میں عزت ووقار اور ادب واحترام بخشا، اسے محض جنسی کھلونا تصور کرنے والی دنیا میں ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار قرار دیا، قدم قدم پر اس کے حقوق کی پاسبانی کی، عورت کی زندگی کے مختلف ادوار ومراحل ہیں اور اسلام نے ہر مرحلے میں اس کی عزت وعظمت، عفت وعصمت کی محافظت اور اس کے فطری تقاضوں کا بھرپور خیال فرمایا ہے۔

چنانچہ جب یہ عورت ایک بیٹی کی شکل میں پیدا ہوتی ہے تو (بجائے اسے باعث ننگ وعار سمجھ کر زندہ در گور کرنے کے) اسلام اس کے وجود کو باعث خیر وبرکت اور سبب حصول جنت قرار دیتا ہے اور اسی وقت سے اس کے حقوق کی پاسبانی شروع ہو جاتی ہے، اسے رضاعت، پرورش وپرداخت اور اخلاقی وروحانی تربیت کا مکمل حق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ انثی فلم یادھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الذکور ادخلہ اللہ الجنۃ۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس لڑکی ہو، وہ نہ اسے زندہ در گور کرے، نہ ذلیل وخوار سمجھے اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ جل شانہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ [مشکوٰۃ شریف، ص۴۲۳]

نیز حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولد للرجل ابنۃ بعث اللہ عزوجل ملائکۃ یقولون السلام علیکم أھل البیت یکتنفونھا

بأجنحتهم ويمسحون على رأسها ويقولون ضعيفة خرجت من ضعيفة القيم عليها معان الى يوم القيامة. یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خالق کائنات اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے ، فرشتے آکر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، پھر اس لڑکی کو اپنے پروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس کی نگہبانی اور پرورش کرے گا، قیامت تک رحمت خداوندی اس کے شامل حال رہے گی۔ [معجم کبیر، ۲۰/ ۲۷۷]

یہ ایک تعجب خیز حقیقت ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی دور جہالت کے پرستار موجود ہیں جو لڑکی کو شکم مادر ہی میں مار ڈالتے ہیں، اُس دور جہالت میں کم از کم لڑکیوں کو پیدا ہونے اور اس دنیائے رنگ وبو میں زندگی کی چند سانسیں لینے کا توحق تھا، یہ کیسا دور ترقی ہے؟ جس میں حقوق واختیارات اور حصول مراعات تو درکنار، لوگ اسے پیدا ہونے کا بھی حق نہیں دیتے۔

سن شعور کو پہنچنے کے بعد اسے زیور علم وفن سے بھی آراستہ وپیراستہ ہونے کا حق حاصل ہے بلکہ اسلام اسے حصول تعلیم کے لئے ترغیب دیتا ہوا نظر آرہا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: طلب العلم فريضة على كل مسلم۔

حضرت شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انا عند حفصة فقال لی الا تعلمن هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة. یعنی میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، میں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی، حضور نے فرمایا: کیا تم ان کو پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جیسا کہ انھیں کتابت کی تعلیم دی۔ [ابوداؤد شریف، ص ۵۴۲]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من كانت له ابنة فأدبها وأحسن أدبها وعلمها فأحسن تعليمها فأوسع عليها من نعم الله التي اسبغ عليه كانت له منعة وسترا من النار. یعنی جو شخص اپنی بیٹی کو بہتر ادب سکھائے اور اچھی تعلیم وتربیت دے اور اس پر اللہ کی دی ہوئی نعمتیں وسیع کرے تو وہ دوزخ کی آگ کو اس کے لئے روکنے والی اور اس سے آڑ بن جائے گی۔ [کنز العمال، ۱۶/ ۴۵۲]

اگر والدین اس کی پرورش وکفالت یا تعلیم وتربیت کے سلسلے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرتے ہیں اور وہ تکلیف وپریشانی برداشت کرتے ہوئے بحسن وخوبی اس کے فرائض کو انجام دیتے ہیں تو ایسے والدین کے لئے اس لڑکی کو جہنم کی آگ سے ڈھال بنا دینے کی خوش خبری دی گئی ہے۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: دخلت امرأة معها ابنتان لها تسأل فلم تجد عندي شيئا غير تمرة فاعطيتها اياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تاكل منها ثم قامت وخرجت ودخل النبي صلى الله عليه وسلم علينا فاخبرته فقال النبي صلى الله عليه وسلم من ابتلى من هذه البنات بشئي كن له سترا من النار. یعنی میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس نے سوال کیا، اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی اسے دے دی، اس نے وہ کھجور اپنی دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردی اور خود کچھ کھائے بغیر واپس چلی گئی، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا، حضور نے ارشاد فرمایا: جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے کسی آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر بھی ان کے ساتھ احسان کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ [بخاری شریف، ۱/ ۱۹۰]

نیز حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له ثلاث بنات اوثلاث اخوات او ابنتان اواختان فاحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة. یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے جملہ حقوق بحسن وخوبی انجام دے اور ادائے حق میں اللہ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔ [ترمذی شریف، ۲/ ۱۳]

یونہی جب یہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اسے اپنی پسند کے کفو سے نکاح کا مکمل اختیار ہے ایسا نہیں کہ لائق ونالائق شخص سے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کردیا جائے اور وہ مجبور محض بن کر اپنے ارمانوں کا جنازہ نکلتا دیکھتی رہے، وہ اگر چاہے تو اسے ردّ کرسکتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ان جارية بكرا اتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. یعنی ایک جوان لڑکی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے باپ نے ایک شخص سے میرا نکاح کردیا ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں، حضور نے اسے اختیار دیا کہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے اور اگر چاہے تو اسے رد کردے۔

[ابوداؤد شریف، ص ۲۸۵]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شئی افضل من المرأۃ الصالحۃ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کی فائدہ مند چیزوں میں نیک عورت سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں۔
[ابن ماجہ، ص۱۳۳]

بعد نکاح جب لڑکی ایک بیوی کے فرائض انجام دینے لگتی ہے تو اسلام یہاں بھی اس کے حقوق کی پاسبانی کرتا ہوا نظر آتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ یعنی عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا (ان کے شوہروں کا) ان پر ہے شرع کے موافق۔ [البقرہ،۲/۲۲۸]

بیوی کے حقوق میں سے ایک حق مہر بھی ہے جو شوہر کے ذمہ ہے، بیوی شوہر سے اس کا مطالبہ کرسکتی ہے، حتی کہ اگر بیوی چاہے تو مہر کی ادائیگی سے قبل شوہر کو اپنے قرب سے محروم رکھ سکتی ہے جبکہ مہر مُعَجَّل ہو۔

ایسا نہیں ہے کہ صرف بیوی ہی شوہر کی ناز برداری اور اس کے نخرے اٹھاتی رہے بلکہ شوہر کو بھی حکم ہوا کہ وہ بھی بیوی کے ساتھ اخلاق ومحبت اور حسن سلوک سے پیش آئے، ظلم وزیادتی اور اس کی دل آزاری سے باز رہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں مؤمن کامل وہ شخص ہے جو خوش اخلاق ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرتا ہو۔
[مشکوۃ شریف، ص۲۸۲]

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے رہنے سہنے، کھانے پینے اور اس کے آرام وآسائش کا انتظام حسب استطاعت کرے، چنانچہ حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے کہا: قلت یارسول اللہ! ماحق زوجہ احدنا علیہ؟ قال ان تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت۔ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی آدمی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: جب تو کھائے تو اسے کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارے، نہ اسے سے بری بات کرے اور (اگر بوقت ضرورت) اس سے ترک تعلق رکھے تو صرف گھر میں رکھے۔ [ابوداؤد شریف، ۲۹۱]

سرور کائنات محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخی خطبے میں مسلمانوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: استوصوا بالنساء فانھن عنکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرّح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان لکم من نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن۔ یعنی اے لوگو! میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اسے قبول کرو، بے شک وہ تمہاری پابند ہیں، تم سوائے حق مخصوص کے ان کی کسی چیز کے مالک نہیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور بوقت ضرورت تم انھیں سزا بھی دے سکتے ہو لیکن ایسی سزا جو انھیں زخمی کرنے والی نہ ہو، پھر اگر وہ اطاعت گزار ہو جائیں تو ان پر زیادتی کی راہ نہ تلاش کرو، بے شک تمہارا تمہاری عورتوں پر اور تم پر تمہاری عورتوں کا حق ہے، تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور تمہارے گھروں میں اسے داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں حسن سلوک کرو۔ [ابن ماجہ، ص۱۳۳]

عورت کی زندگی میں اس کا ازدواجی دور نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس مرحلے میں اسے نت نئے حالات وتجربات سے گزرتے ہوئے مشکل ترین ذمہ داریاں انجام دینی ہوتی ہیں، اسلام نے اس کی ان مشکل ترین ذمہ داریوں کے پیش نظر اسی طرح اس کے حقوق بھی متعین کئے ہیں تاکہ وہ کسی پریشانی کا سامنا کئے بغیر خوش اسلوبی کے ساتھ ان اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔

چنانچہ نفقہ اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی سے اسے بے نیاز کرکے شوہر کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ بقدر کفایت ضروریات خانگی کی فراہمی کرے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ۔ یعنی مال دار اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے دیا۔ [الطلاق،۲۸/۷]

اگر شوہر نفقہ اور ضروریات زندگی کی فراہمی میں بلا عذر شرعی تنگی کرتا ہے تو بیوی کو اس بات کا شرعاً حق ہے کہ وہ شوہر کے مال میں تصرف کرتے ہوئے دستور زمانہ کے مطابق اخراجات از خود لے لے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : ان هندا بنت عتبة قالت یارسول الله ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی مایکفینی وولدی الاما اخذت منه وهو لایعلم فقال خذی مایکفیك وولدك بالمعروف۔ یعنی ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! (میرے شوہر) ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ اتنا نفقہ مجھے نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر یہ کہ میں ان کی اطلاع کے بغیر کچھ اس میں سے لے لوں (کیا اس طرح بغیر اجازت شوہر لے لینا جائز ہے؟) حضور نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہے جو تجھے اور تیری اولاد کو دستور کے موافق خرچ کے لئے کافی ہو۔ [بخاری شریف،۲/۸۰۸]

عورت اپنی زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی جب ''ماں'' کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اولاد کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بھلائی، مہربانی اور ادب واحترام سے پیش آئے، ہرگز اس سے سخت کلامی نہ کرے، نہ اس کے ساتھ بلند آواز سے بات کرے، اس کے آرام وراحت کا بھرپور خیال رکھے۔

ارشاد خداوندی ہے: وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔ یعنی تمہارے رب نے تمہیں حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو (کسی بھی بات پر) ان سے ہوں (تک) نہ کہنا اور نہ انھیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

[بنی اسرائیل،۱۵/۲۳-۲۴]

حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں : جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله! أردت الغزو وجئتك أستشیرك فقال هل لك من ام؟ قال نعم فقال الزمها فان الجنة عند رجلها۔ یعنی میرے والد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں، حضور نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ عرض کی، ہاں، حضور نے فرمایا کہ تو اپنی ماں کی خدمت کر، اس لئے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

[مسند امام احمد بن حنبل،۳/۴۲۹]

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : ان الله یوصیکم بامهاتکم ثم یوصیکم بامهاتکم ثم یوصیکم بابائکم ثم یوصیکم بالاقرب فالاقرب۔ یعنی اے لوگو! سنو، اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، پھر دوبارہ سن لو کہ اللہ عزوجل تمہیں اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کا حکم فرماتا ہے پھر باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے پھر خویش واقارب کے ساتھ بھلائی کا حکم فرماتا ہے۔

[ادب المفرد،۱/۳۵]

ماں کی عظمت وبرتری کا اندازہ اس حدیث پاک سے بھی لگایا جاسکتا ہے جسے بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کے دادا نے کہا : قلت یارسول الله من ابر؟ قال امك قلت ثم من؟ قال امك قلت ثم من؟ قال امك قال قلت ثم من؟ ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب۔ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ حضور نے فرمایا: تیری ماں، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، میں نے عرض کیا پھر کون؟ ارشاد ہوا: تیری ماں (جب) میں نے (چوتھی بار) عرض کیا پھر کون؟ تو ارشاد فرمایا: تیرا باپ، پھر جو جتنا قریب ہو۔

[ترمذی شریف،۲/۱۱-۱۲]

عورت اپنی ازدواجی زندگی میں اگر ذہنی ہم آہنگی، خلوص ومحبت اور سکون وراحت محسوس نہیں کر رہی ہے اور ناچاقی اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ آپس میں نباہ کی کوئی صورت نہ رہ گئی ہو تو اسے اسلام نے ''خلع'' کا حق عطا فرمایا ہے کیوں کہ روز روز کی خانہ جنگی اور گھٹ گھٹ کر جینے سے بہتر یہ ہے کہ بھلائی کے ساتھ اپنا راستہ اس سے الگ کرلے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یعنی پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی لوگ ظالم ہیں۔

[البقرہ،۲/۲۲۹]

اور اگر بمرضئ مولیٰ عورت کا شوہر اسے داغ مفارقت دے کر دنیا سے رخصت ہوگیا تو اسلام زندگی کے اس موڑ پر بھی اس کی دست گیری فرماتا ہے، اسلام عرب قبائل کے ظالمانہ دستور کی طرح اس

پر ظلم وستم کے پہاڑ نہیں توڑتا، ہندو رسم ورواج کے مطابق اسے اپنے مردہ شوہر کی چتا پر زندہ جلنے کے لئے مجبور نہیں کرتا یا زمانۂ جاہلیت کی فرسودہ ذہنیت کی طرح اسے منحوس وبدنصیب قرار نہیں دیتا بلکہ اسے معاشرے میں اب بھی ایک محترم اور باعزت فرد کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا مکمل حق دیتا ہے، اگر وہ چاہے تو عدت وفات کے بعد عقد ثانی کر کے اپنی زندگی کو دوبارہ خوشگوار بنا سکتی ہے اور اگر چاہے تو صبر بھی کر سکتی ہے۔

اسلام نے نہ صرف اس کی تعلیم دی بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملی طور پر ایک چالیس سالہ بیوہ کو اپنی پہلی شریک حیات بنا کر اس کی خزاں رسیدہ زندگی کو نہ صرف بہار نو کے جھونکوں سے خوشگوار بنا دیا بلکہ ام المومنین کے عظیم اور ابدی شرف سے بھی ممتاز وسرفراز فرما دیا۔

جبکہ شوہر کے سایۂ رحمت ومحبت سے محروم اس مصیبت کی ماری بیوہ کے ساتھ مزید ہمدردی اور غمگساری کی بجائے بات بات پر منحوس ہونے کا طعنہ دے کر اسے احساس محرومی وبدنصیبی کے طوفان کے حوالے کر دینا، قاتل اور ڈائن کے دل خراش خطاب کے ذریعہ اسے خودکشی پر مجبور کر دینا، مہم یا سفر کے موقع پر گھر سے نکلتے وقت بیوہ پر کسی کی نظر پڑ جانے کی صورت میں اسے زدوکوب کرنا اہل شرافت کا شیوہ بن چکا تھا۔

اسلام بیوہ کو حسن سلوک اور رحمت ومروت کا حق دار قرار دیتا ہے حتی کہ اس کی معاونت وخبر گیری کو راہ خدا میں جہاد کے مساوی گردانتا ہے۔

چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ واحسبہ قال وکالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کے لئے جدوجہد کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو راہ خدا میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا: اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات کو مسلسل قیام کرتا ہے اور اس کی طرح ہے جو دن کو مسلسل روزے رکھتا ہے۔ [مسلم شریف، ۲/۴۱۱]

اسلام نے ماں باپ اور رشتہ داروں کے متروکہ مال واسباب اور زمین وجائداد میں بیٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کا بھی حق مقرر کیا ہے جس سے انھیں کوئی بھی کسی صورت میں محروم نہیں کر سکتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ یعنی ماں باپ یا دوسرے رشتہ دار جو چھوڑ کر مر جائیں ان میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ [النسا، ۵/۷]

نیز ارشاد فرمایا: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر (یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا) ہے۔ [[النسا، ۴/۱۱]

غور وفکر کا مقام ہے کہ جس عورت کو اہل دنیا پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے، جسے اپنی زندگی بھی جینے کا حق نہیں تھا، جو محض جنسی پیاس بجھانے کا ایک ذریعہ تھی، جس کے لئے ادب و احترام اور عزت وعظمت جیسے الفاظ ناروا تھے، جو چتا پر مردہ شوہر کے ساتھ ہی زندہ جلا دی جاتی تھی، جسے جوئے میں داؤ پر لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تھا، منحوس اور ڈائن کا تمغہ دے کر اس کی زندگی اجیرن کر دی جاتی تھی، باپ کے مر جانے پر مال لونڈیوں کی طرح تقسیم کر دی جاتی تھی، مرنے والے کے ترکہ میں نہ بیوی کو کوئی حصہ ملتا تھا نہ بیٹی کو، غرض کہ حقوق کے نام پر عورت بالکل تہی دامن تھی، اس کی قسمت میں اگر کچھ تھا تو وہ تھا محرومیوں اور نامرادیوں کا بھیانک تسلط اور بس۔

اسلام نے دنیا میں پہلی بار سسکتی بلکتی اس مظلوم کے آنسوؤں کو اپنے دامن کرم میں جذب کیا، اس کے زخموں پر شفقت ومحبت کا مرہم لگایا، کل تک جو بیٹی باپ کے لئے باعث ننگ وعار تھی، آج باعث نزول رحمت اور سبب دخول جنت ہے، کل تک جو بہن حقوق وراثت سے محروم تھی، آج بھائی کے پیار ومحبت کے ساتھ حقوق وراثت سے مسرور ہے، کل تک جو بیوی شوہر کے لئے محض جنسی تکمیل کا ذریعہ تھی، آج نہ صرف راحت جاں اور سکون قلب وجگر ہے بلکہ گھر کی حاکمہ بھی ہے، کل تک جس ماں کی حیثیت ایک زرخرید لونڈی سے بھی گئی گزری تھی، آج اتنی بلند ہوگئی کہ جنت اپنے قدموں میں لئے بیٹھی ہے، غرض کہ اسلام نے عورت کو وہ سارے حقوق واختیارات عطا کئے جس کی وہ پیدائشی حق دار تھی اور آج اسی اسلام کو حقوق نسواں کا غاصب قرار دیا جا رہا ہے؟ ع

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

اسلام نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دے کر اس کے حقوق کی پامالی نہیں بلکہ اس کی نازک ترین عفت وعصمت اور عزت وعظمت کی محافظت کی ہے، حالات ومشاہدات اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں کہ آج جس قدر بھی زنا بالجبر، جنسی استحصال اور چھیڑ چھاڑ کے واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں وہ عموماً انہیں خواتین کے ساتھ پیش آتے ہیں جو بے پردہ ہوتی ہیں، اس صورت

حال کو خواتین کے تنگ و چست اور جنسی جذبات برانگیختہ کرنے والے فیشن ایبل کپڑوں نے مزید دو آتشہ کر دیا ہے جن کے دریچوں سے جھانکتے ان کے جسموں کے نشیب و فراز عرانیت کی ساری حدیں توڑ کر مردوں کو دعوت گناہ دیتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو جسم کے ان واضح خطوط کو چھپانے کا حکم دیا ہے جو صنف مخالف کے لئے فطری میلان و کشش رکھتے ہیں تا کہ کوئی آوارہ مزاج مرد اس میلان و کشش کے سبب بے خود ہو کر اس کی چادر عصمت کو تار تار نہ کر دے جو معاشرے کی پاکیزگی اور اس کے تقدس کی پامالی کا سبب اعظم ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّالِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ (الی ان قال) وَلَايَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَايُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ یعنی (اے محبوب) مسلمان عورتوں کو حکم فرمائیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈالے رہیں اور اپنا بناؤ سنگار نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں یا باپ پر اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ [النور، ۱۸/۳۰-۳۱]

پردہ خواتین کی عزت و عصمت کا محافظ ہے جو نہ صرف انھیں تحفظ کا احساس دلاتا ہے بلکہ ان کی عفت و پاکدامنی کو یقینی بھی بناتا ہے، آج بیہودہ اور فرسودہ دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے کہ پردہ مسلم خواتین کی ترقی میں سدراہ بنا ہوا ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ فرانس ہی میں (جہاں کچھ دنوں پہلے پردے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے) خواتین پردے میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو بحسن و خوبی انجام دے رہی ہیں اور دوسرے بے پردہ خواتین کے مقابلہ میں زیادہ متحرک و فعال نظر آتی ہیں، پردے کی پابند خواتین سے متعلق عام فرانسیسیوں کی رائے ہے کہ وہ ہر طرح کے جرائم سے کوسوں دور ہیں جبکہ بے پردہ خواتین اپنے جسم کی نمائش کے ساتھ جرائم کا بھی ارتکاب کرتی ہیں، اس حقیقت کی تصدیق وہاں کے ایک حالیہ پولس سروے نے بھی کر دی ہے۔

قدرت نے معاشرے کے ہر فرد کے لئے ایک دائرۂ کار مقرر کیا ہے جو عین اس کے فطری، جبلی اور نوعی تقاضوں کے مطابق ہے، لہٰذا معاشرے کے افراد جب تک اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں گے، اس کا نتیجہ مثبت اور ثمر بار ہوگا اور جیسے ہی وہ اپنی فطری حدوں سے تجاوز کریں گے، اس کا نتیجہ منفی اور ہلاکت خیز ہوگا، جس سے معاشرے کا امن و سکون اور اس کی پاکیزگی کو گرہن لگ سکتا ہے۔

اس لئے اسلام نے مرد و عورت کے لئے جو دائرۂ کار متعین کیا ہے اس کے اندر رہتے ہوئے ہی اپنے فرائض منصبی انجام دے کر ایک صالح معاشرے کا تصور ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کو قطعاً ناپسند کرتا ہے، وہ اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ آرٹ، آزادی اور یکساں حقوق کا لالی پاپ دے کر غیروں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط کے ذریعہ اس تقدس مآب ہستی کی نازکی اور رعنائی کا گلا گھونٹ دیا جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال کلکم راع ومسئول عن رعيّته فالامیر الذی علی الناس راع علیهم وهومسئول عنهم والرجل راع علی اهل بیته وهومسئول عنهم المرأة راعية علی بیت بعلها و ولده وهی مسئولة عنهم۔ یعنی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں کا ہر آدمی راعی ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے، تو امیر عام لوگوں کا حکمراں ہے اور اسے ان کے معاملات میں جواب دینا پڑے گا اور مرد اپنے اہل و عیال کا حکمراں ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں (گویا ملکہ و حکمراں) ہے اور اسے بھی گھریلو معاملات کے تعلق سے جواب دینا ہوگا۔ [بخاری شریف، ۱/۳۴۷]

معلوم ہوا کہ عورت شوہر کے گھر کی ملکہ اور امور خانہ داری کی حکمراں ہے جبکہ آج کے نام نہاد حقوق نسواں کے علم برداروں نے اسے ''شمع محفل'' بنا کر رکھ دیا ہے، اس حقیقت سے ایک ادنیٰ ذی شعور بھی بخوبی واقف ہے کہ ''ملکہ'' گھر کی حکمراں ہوتی ہے جس کے اشارۂ ابرو پر ہی گھر کے سارے امور انجام پذیر ہوتے ہیں جبکہ ''شمع'' دوسروں کے اشاروں اور مرضی سے جلتی اور بجھتی ہے گویا خود اس کی اپنی مرضی کی کوئی حیثیت نہیں، دوسرے اس کی ضیاباریوں کے مالک و مختار ہوتے ہیں جو اگر چاہیں تو اسے روشن کر کے اس کی ضیاباریوں سے مستفیض ہوں یا کسی اور سے ان کا سودا کر دیں اور جب چاہیں ایک ادنیٰ سی پھونک مار کر اس کی ضوفشانیوں کو تاریکیوں کے حوالے کر دیں، ذرا سوچئے خود جل کر دوسروں کو روشنی کی سوغات دینے والی شمع کے خود اپنے حصے میں کیا آیا؟ ناکامیاں، نامرادیاں، محرومیاں اور دن کے اجالے میں اپنی بربادیوں پر ماتم کناں اس کا عریاں وجود۔

ٹھیک یہی صورت حال آج کی عورت کی ہے جوملکۂ محل بن کرحکمرانی کرنے کی بجائے دوسروں کے اشارۂ ابرو پراپنی نسوانیت قربان کردینے کومعراج حیات تصور کررہی ہے، افسوس صد افسوس کہ وہ عورت، جسے جذبۂ احسان مندی سے سرشار ہوکر اسلامی احکامات کے آگے سر تسلیم خم کردینا زیبا تھا وہی اس کی احسان فراموشی کا ارتکاب کررہی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت بالکل ہی معاشرے سے کٹ کررہ جائے بلکہ وہ اپنے شایان شان معاشرے کی غیر مخلوط سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے، چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بہت سی صحابیات مثلاً حضرت خولہ، حضرت اسماء اور حضرت حلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے تجارت کی، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھالوں کی دباغت کا ہنر جانتی تھیں اور بہت سی صحابیات جیسے حضرت عمارہ نے غزوۂ احد، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے غزوۂ خندق، حضرت ام سلیم نے غزوۂ حنین، حضرت بنت سعد نے غزوۂ احزاب وخیبر، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ اور حضرت ام سلیط نے غزوۂ احد میں حصہ لیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے نہ تجارت کبھی معیوب ہے نہ کوئی ہنرمندی بری بات ہے اور نہ ہی ان کے لئے کوئی ملی سرگرمی ناجائز وگناہ! بشرطیکہ مردوعورت کا آزادانہ اختلاط نہ ہو، ضرورت پڑنے پر عورت شرعی التزام کے ساتھ کسب معاش بھی کرسکتی ہے۔

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مردوعورت کے اس بے جا اختلاط نے معاشرے میں جو بگاڑ پیدا کیا ہے اس کے نتیجے میں خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کررہ گیا ہے، بن بیاہی ماؤں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہورہا ہے، لاوارث اور ناجائز بچوں کی یلغار حکومتوں کی نیند حرام کئے ہوئے ہے، شادی جیسے مقدس بندھن کا رجحان ختم ہوتا جارہا ہے، غیر برادری اور غیر مذہب کے لڑکے لڑکیوں کا آپس میں ''لومیرج'' کا خطرناک چلن ترقی پذیر ہے اوراب معاشرے کی اس مہلک بیماری کا ترقی یافتہ چہرہ ''لوان ریلیشن شپ'' کی بھیانک صورت میں سامنے آیا ہے، جس نے معاشرے کی رہی سہی شرم وحیا اور بزرگوں کے پاس ولحاظ کا جنازہ ہی نکال دیا ہے، نہ جانے کتنے ہی مشفق والدین کا اپنی لاڈلی کو دلہن بنانے کا خواب چکنا چور ہوگیا، نہ جانے کتنے ہی غیرت مند بھائی عزت وناموس پر قربان ہوگئے اور نہ جانے کتنے ہی بے ضرر سرپرست انتہائی قدم اٹھا کر جیل کی سلاخوں کو اپنا مقدر بنالئے۔

آخر یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اور صرف اس لئے کہ ہم نے خواتین سے ان کی فطرت کے خلاف کام لیا، تاریخ شاہد ہے کہ جب جب انسان نے فطرت کی خلاف ورزی کی ہے تب تب اس کے نتائج سنگین اور ہولناک ثابت ہوئے ہیں۔

مساوات مردوزن کا نعرہ لگانے والے اور حقوق نسواں کے یہ نام نہاد علم بردار عورتوں کو مردوں کے ہجوم میں جدوجہد کے لئے جھونکنے کی بجائے تمام اداروں میں ان کے لئے الگ گوشہ کیوں نہیں مخصوص کراتے؟ مساوات تو اس میں ہے کہ مردوں کی طرح ان کے لئے بھی ''سپریٹ ورکنگ پلیس'' ہو، نہ کہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوکر زورآزمائی کرنے میں؟ □□□

(بقیہ ص ۱۸/۱۷) علیہ الرحمہ کے حوالہ سے تھیں ورنہ حفظ الایمان، تحذیرالناس، براہین قاطعہ کے دیگر مباحث اور فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات پر ایک صدی سے جو آزار وپیکار کا بازار گرم ہے وہ الگ تفصیل کا متقاضی ہے اور اس سلسلہ میں حسام الحرمین کا فیصلہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے۔

بات حاجی صاحب کے خلفا میں اختلافات کے ذکر کی وجہ سے طول پکڑ گئی ورنہ مجھے کہنا صرف یہ کرنا تھا کہ جمیعہ علماہند نے اگر ماضی کی تلخیوں سے سبق لیتے ہوئے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کا دامن تھاما ہے تو یہ مسلمانان ہند کے لئے اچھی علامت ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر واضح رہے کہ یہ صرف وقتی اور مصلحتی نہ ہو، اپنے اعلان کے رو سے جمیعہ والوں پر لازم ہے کہ وہ عقائد ونظریات سے لے کر ان تمام معاملات میں جو مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا باعث ہیں رجوع کرتے ہوئے سلطان الہند سیدنا خواجہ غریب نواز اور بزرگان دین کے عقائد ونظریات اور ان کے پاکیزہ معمولات کے موافق کرلینے کی طرف مثبت قدم بڑھائیں، پھر آگے صرف ہاتھ ہی نہیں گلے ملنے کا موقع ہوگا اور دنیا یہ منظر بھی بھیگی پلکوں سے دیکھے گی کہ کیسے جنم کے بچھڑے آپس میں گلے مل رہے ہیں۔ □□□

قارئین کرام سے التماس

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تاکہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، نیز جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کریں اور ممبر بھی بنیں۔

نشتر فاروقی

ضیائے قرآن

والدین کے ساتھ حسن سلوک!
قرآن وحدیث کی روشنی میں

(از: مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَّاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (العنکبوت ۸)

یعنی ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہا نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِيْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا اِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ۔ (الاحقاف،۱۷)

یعنی وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف تم سے دل پک گیا کیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جائے گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ۔ (المحمد۲۲-۲۳)

یعنی تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

والدین کی نافرمانی پر عتاب:

۱۔وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال :ثلاثة لا ينظر الله اليهم يوم القيامة:العاق لوالديه، ومدمن الخمر، والمنان عطاياه، وثلاثة لايدخلون الجنة :العاق لوالديه، والديوث، والرَّجلةُ۔ (رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم) (الديوث) هو الذی یقر اهله علی الزنا، مع عمله بهم۔ (والرجلة) هيی المترجلة المستشبهة بالرجال۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ (۱) اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔ (۲) ہمیشہ شراب پینے والا۔ (۳) اپنے دیئے پر احسان جتانے والا اور تین ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (۱) ماں باپ کے نافرمان۔ (۲) دیوث۔ (۳) اور رجلہ، دیوث کا معنی ہے جو اپنی بیوی کو علم ہونے کے باوجود زنا پر رہنے دے اور رجلہ کے معنی ہے وہ عورت جو مردانہ وضع اختیار کرے۔

۲۔وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال :ثلاثة حرم الله تبارک و تعالی علیهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق، والديوث الذی یقر الخبث فی اهله۔

(رواہ احمد والنسائی والبزاز والحاکم)

یعنی عبد اللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت حرام قرار دے دی۔ (۱) ہمیشہ شراب پینے والا۔ (۲) والدین کا نافرمان۔ (۳) اور وہ دیوث جو اپنے اہل میں زنا کو باقی رکھے۔

۳۔وروی عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یراح ریحُ الجنة من مسیرةِ خمس مائة عام، ولا یجد رِیْحَهَا منانٌ بعمله، ولا عاق، ولا مدمن خمر۔ (الطبرانی فی الصغیر)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو سنگھائی جائے گی اور (لیکن) جنت کی خوشبو وہ نہ پائے گا جو اپنے عمل پر احسان جتائے اور نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا۔

۴۔وعن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثلاثة لا یقبل الله عز و جل منهم صرفا ولا عدلا عاق، ولا منان، ومکذب بقدر۔ (ابن ابی عاصم فی کتاب السنة۔)

یعنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بقیہ ص ۲۹ پر)

* مضمون نگار حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دار الافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

بہار حدیث

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسام علم اور ان کے احکام

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے، نیز ارشاد ہوا کہ علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو۔
علم کے مختلف اقسام اور ہر قسم کے مختلف احکام ہیں، جو علم ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اس میں علما کا اختلاف ہے اور اس سلسلے میں ۲۰ رسے زیادہ فرقے ہو گئے ہیں۔ تفصیل میں نہ جا کر صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ ہر فرقے نے صرف اس علم کا حصول فرض قرار دیا ہے جس کا وہ قائل ہے، مثلاً علم کلام والے کی غرض علم کلام ہے اس لئے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم اسی سے ہوتا ہے۔

فقہا کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے احکامات وعبادات،، حلال وحرام اور معاملات میں جائز وناجائز اسی سے معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے ان کی مراد وہ علم ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہوتی ہے۔

مفسرین ومحدثین فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ انھیں دونوں سے دیگر تمام احکامات حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس علم سے مراد ہمارا علم ہے پس ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حال کا اور اللہ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں، شیطان کے خطروں اور فرشتوں کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے، بعض کا یہ ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور وہ چند خاص لوگوں پر واجب ہے جو اس کے اہل ہیں، ان لوگوں نے لفظ کے عموم کو بدل کر خاص کر دیا ہے اور ابوطالب مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ علم ہے کہ جس کو وہ حدیث متضمن ہے جس میں بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ **بنی الاسلام علی خمس** اس لئے کہ واجب یہی پانچ امور ہیں، کیوں کہ ان کے عمل اور واجب ہونے کی کیفت کا علم واجب ہونا چاہئے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہئے۔

علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم معاملہ۔ (۲) علم مکاشفہ، جو علم حدیث پاک میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے، اس سے مراد علم معاملہ ہے اور وہ معاملات جن سے عاقل اور بالغ شخص کو حکم ہوتا ہے، تین ہیں۔ (۱) اعتقاد۔ (۲) عمل کرنا۔ (۳) عمل نہ کرنا۔

فرض کیجئے کہ اگر کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کے لحاظ سے دن کو چاشت کے بالغ ہو تو اوّل اس پر واجب ہوگا کہ شہادت کے دونوں کلمے اور ان کے معانی سمجھے، یعنی اس پر لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ کا سیکھنا اور ان کے معانی کا سمجھنا واجب ہے، اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کے متعلق بحث وتکرار کرے اور دلائل لکھ کر یقین کرے، ہاں اسی قدر کافی ہے کہ ان کلموں کی تصدیق اور اعتقاد اس طرح کرے کہ اس میں شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بغیر بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہے۔

بحث اور دلیل کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے کوتاہ عقلوں سے صرف تصدیق اور اقرار بغیر دلیل کو کافی جانا، غرض کہ آدمی اگر اس قدر بھی جان لے گا تو واجب کی ادائیگی ہو جائے گی اور اس وقت جو علم اس پر فرض عین تھا وہ ان دونوں کلموں کا سیکھنا اور ان کا سمجھنا تھا، اس وقت اس کے سوا کوئی دوسری چیز اس پر لازم نہ تھی، اس وجہ سے کہ اگر ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد وہ مرجائے تو بلا شبہ اللہ کا مطیع مرے گا، نافرمان نہیں اور دوسرے امور جو ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد اس پر واجب ہوتے ہیں، وہ عوارض کی وجہ سے ہیں، وہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں، ان سے بعض آدمی مستثنیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور یہ عوارض واسباب خواہ فعل کرنے سے متعلق ہوں یا ترک میں یا اعتقاد میں، فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر کے وقت تک زندہ رہا تو ظہر کے وقت داخل ہونے سے ایک نیا وجوب اس پر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز مسائل سیکھے، پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ میں تندرست اگر زوال کے وقت کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت میں تمام باتیں سیکھ کر عمل نہ کر سکے گا بلکہ اگر سیکھنے میں مشغول رہے گا تو وقت جاتا رہے گا تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ شخص زندہ رہے گا،

(بقیہ ص ۲۲ رپر)

نقد ونظر

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد *
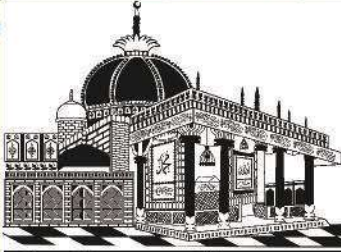
اجمیر مقدس میں جمیعت علمائے ہند کا عمل

کیا مشائخ ہند کے قدیم نظریات کی طرف رجعت کا پہلا قدم ہے؟

ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال سنگین سے سنگین تر ہے، حالیہ حکومت سے لے کر انتہا پسند طبقہ تک جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بند حملے ہو رہے ہیں، وہ حساس افراد کے لئے سوہان روح سے کم نہیں، یکساں سول کوڈ کا نفاذ، مسلم پرسنل لا میں مداخلت اور تین طلاق کا ہنگامہ خیز حالیہ معاملہ اسی کا حصہ ہے۔ اس تازہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے مختلف جماعتوں کے افراد اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں بعض مقامات پہ نظریاتی اور عقائد میں بنیادی اختلاف کو برقرار رکھتے ہوئے مکمل شرائط اور قید بند کے ساتھ اہل سنت وجماعت اور اہل دیوبند کے افراد ایک جگہ اکٹھا بھی ہوئے، اسے کسی نے منفی نگاہ سے نہیں دیکھا کہ یہ وقت وحالات کا تقاضا تھا، مگر حالات جیسے ہیں اس کا جبری تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ نظریاتی اختلافات کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائے اور وہ ایک متحدہ قوت بن کر ابھریں تاکہ اسلام کو تحفظ اور مسلمانوں کو باوقار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم ہو سکیں، اس تناظر میں جمیعۃ العلما ہند کا روزنامہ انقلاب مورخہ ۱۳/ نومبر ۲۰۱۶ء میں شائع حالیہ بیان کہ ''دار العلوم دیوبند وجمیعۃ العلما کے اکابر کا حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے والہانہ لگاؤ تھا، قارئین کی خدمت میں سلسلہ چشتیہ کا شجرہ پیش ہے'' بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہ فرقہ بندی کے نام پر مسلمانوں میں پائے جانے والے اختلافات کی کھائی کو پاٹنے کا مستحکم ذریعہ بن سکتا ہے، جبکہ جمیعت والے اس معاملہ میں سیاسی بازیگری کے بجائے واقعی مخلص ہوں۔

ہندوستان میں اسلام بزرگان دین کے توسط ہی سے آیا، انھیں کی تبلیغ اور مساعی جمیلہ سے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، وہ جو دین لے کر آئے اور جیسا لے کر آئے وہی حق ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے، برسوں سے علمائے اہل سنت یہی دعوت دیتے ہوئے آئے کہ ہمارے درمیان جو نظریاتی اور معاشرہ میں مروّج معمولات ومراسم کے حوالہ سے اختلافات ہیں انھیں بزرگان دین کے عقائد ونظریات کی روشنی میں حل کر لیا جائے، یہی اتحاد مطلوب کی مستحکم راہ ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم اور کونوا مع الصادقین کا مستفاد بھی یہی ہے۔ چلئے کل نہ سہی آج اگر اس کی طرف پہل ہو رہی ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے، ہم اسی تناظر میں جمیعت کے اجمیر شریف میں منعقدہ پروگرام اور ان کے حالیہ بیان کو دیکھتے ہیں، مگر اس سلسلہ میں چند بنیادی باتیں قابل لحاظ ہیں جس کی طرف جمیعۃ العلما کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، یہ توجہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور ان کے اعلان کا تقاضا بھی، ہمیں ۲۰۱۶ء سے سیدنا خواجہ غریب نواز کے عہد تک کا سفر کرنا ہے، درمیان میں کچھ کھائیاں ہیں جسے پاٹنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور ہم مخلص ہیں تو اسے پاٹنا کوئی مشکل بھی نہیں، ہر شخص کو اپنے کئے کا حساب دینا ہے دوسرے کا نہیں وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قرآن کا ارشاد ہے، پھر اپنے ہی عمل کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ دوسروں کا بوجھ اٹھائے بھی کون؟ ہندوستان میں اسلام کے تحفظ کے لئے اگر ہم واقعی متحد ہو گئے تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا اور تاریخ اس انقلابی اقدام کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی، جمیعت کے اس اعلان نے ماضی کی چند ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو دیکھنے اور اسے پھر سے جوڑنے کی طرف اہل درد کو متوجہ کیا ہے، ذیل کی تحریر اسی دردمند دل کی آواز ہے اور اسے اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔

جمیعت کی طرف سے انقلاب میں شائع ''سلسلہ چشتیہ'' میں نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے لے کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہم الرحمہ تک کا سلسلہ ۴۰/ واسطوں پر مشتمل ہے، جس میں حضرت حاجی صاحب قبلہ ۲۰/ ویں واسطہ تک سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والرضوان تک پہنچتے ہیں، حاجی صاحب کے خلفا میں جمیعت نے اپنے جن اکابر کا نام شمار کرایا ہے ان میں حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی تھانوی، تحذیر الناس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی، فتاویٰ رشیدیہ کے مصنف اور براہین قاطعہ کے مصدق مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں، یعنی سیدنا خواجہ غریب نواز تک پہنچنے کے لئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہی ایک واسطہ ہیں، پھر اس تعلق کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کے مریدین وخلفا بھی ان کے عقائد ونظریات کے حامل اور ان کے معمولات ومراسم کے معتقد وعامل ہوں، اگر پیر کا کوئی عقیدہ یا کوئی

* مضمون نگار مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

عمل شرک وبدعت یا حرام وناجائز ہوتو پھر اس پیر سے تعلق اور ان کی بیعت وخلافت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کہ ع

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند

حضرت حاجی صاحب نے اپنے رسالہ 'امداد المشتاقین' میں اپنے خلفا کے بارے میں فرمایا "میرے خلفا دو قسم کے ہیں، ایک وہ جنہیں میں نے خود خلافت دی، دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لئے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے" جن خلفا کو انھوں نے از خود خلافت دی ہے، ان میں مولانا لطف اللہ علی گڈھی (متوفی ۱۳۳۴ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد حسین الہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری (۱۳۱۸ھ) کا نام نامی اسم گرامی ہے، جنھوں نے عقائد ونظریات اور معمولات و مراسم میں پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی ہے۔

ان کے خلفا کی دوسری فہرست میں مولوی قاسم نانوتوی، (۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۲ھ) مولوی اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) وغیرہ ہیں مگر انھوں نے اپنے شیخ کے عقائد ونظریات اور ان کے معمولات ومراسم دونوں کی مخالفت کی ہے، جیسا کہ تاریخی حوالے شہادت دے رہے ہیں، چنانچہ گنگوہی صاحب کا فرمان تھا: "جس فن کے امام حاجی صاحب ہیں، اس میں ہم ان کے مقلد ہیں باقی فرعیات کے امام ہم ہیں، حاجی صاحب کو چاہئے کہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں۔"

کسی مرشد اور شیخ طریقت کے حوالہ سے شاید یہ پہلی آواز تھی اور اتنی پرزور کہ "فرعیات کے امام ہم ہیں، ہم سے پوچھ کر عمل کریں" اور نانوتوی صاحب کا کہنا تھا کہ "ہماری معلومات زائد ہیں اور حاجی صاحب کا علم زائد ہے" اب معلومات میں زائد اور علم میں زائد میں برتری کس کو حاصل ہے، اہل علم سوچ سکتے ہیں۔

یہ اسی احساس برتری کا نتیجہ تھا کہ حاجی صاحب قبلہ کی دوسری فہرست کے خلفا نے مرشد کے عقائد ونظریات سے الگ اپنا نظریہ قائم کیا، اسی کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھتے رہے اور آج تک ان کے وابستگان اسی پر قائم ہیں۔ مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری اپنے شیخ کے عقیدہ پر قائم رہے، اسی کو حق سمجھا کہ یہی سلسلہ چشت اہل بہشت کا عقیدہ ونظریہ ہے اور اسی پر مدار نجات ہے، مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی، مولوی تھانوی، وغیرہ نے اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نظریہ میلاد شریف، فاتحہ مروّجہ، عرس وسماع، ندائے غیر اللہ، جماعت ثانیہ، امکان نظیر، امکان کذب میں ان سے الگ جو نیا نظریہ قائم کیا، اس میں وہ کتنے متشدد تھے، اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

مغلیہ حکومت کے زوال کے بیس سال بعد سہارن پور کے کسی صاحب نے میلاد شریف کے حوالہ سے دہلی کے علما سے استفتا کیا تو جواب دیا گیا کہ "یہ بدعات مخترعات ناپسندیدہ شرعیہ ہیں" اس پر گنگوہی صاحب کی تصدیق ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے:

"ایسی مجلس ناجائز ہے، اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے۔ ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، کہ یہ سنت ہنود کی رسوم ہے۔ التزام مجلس میلاد بلا قیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیدات لایعنی کہ ضلالت سے خالی نہیں ہے۔"

ایک مجلس میلاد کے حوالہ سے کیسے کیسے احکامات ہیں "ناجائز، گناہ، حاضر ناظر جان کر ہو تو کفر، خلاف سنت یعنی بدعت، سنت ہنود، ضلالت سے خالی نہیں" جب کہ گنگوہی صاحب کے شیخ ومرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ جن کے نام کو جمیعت والوں نے جلی حروف میں لکھ کر بتایا کہ خواجہ غریب نواز تک اکابر دیوبند انہیں کے واسطے پہنچتے ہیں، ان کا نظریہ میلاد پاک کے حوالہ سے کیا ہے، ملاحظہ کیجئے وہ اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں لکھتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں، پس خواص کو تو یہ چاہئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بغض وکینہ نہ رکھیں، نہ نفرت وتحقیر کی نگاہ سے دیکھیں نہ تفسیق وتضلیل کریں۔"

اسی کتاب میں ایک جگہ اور لکھتے ہیں: رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا، حد سے بڑھنا ہے، کیوں کہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً، بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے، رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعف شبہ ہے، آپ کے علم وروحانیت کی وسعت، جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے۔"

میلاد پاک کے حوالہ سے مرید ومرشد کے عقائد میں جو بعد المشرقین ہے، اسے سامنے رکھئے اور اب دونوں میں تقابل کیجئے، تو یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ میلاد النبی:

مرشد طریقت کے یہاں جائز— مرید کے یہاں ناجائز—

مرشد طریقت کے یہاں سنت— مرید کے یہاں بدعت—

مرشد طریقت کے یہاں کار ثواب — مرید کے یہاں باعث گناہ —
مرشد طریقت کے یہاں مسئلہ حاضر وناظر پر ایمان —
مرید کے یہاں یہی عقیدہ کفر —
مرشد طریقت کے یہاں صحابہ واسلاف کا عمل —
مرید کے یہاں ہنود کا طریقہ —

اب اس فلسفہ کو تو جمیعت والے ہی حل کریں کہ جب کوئی عمل ناجائز، حرام، بدعت اور کفر ہو، اس کے بعد بھی کسی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے؟ آخر میلاد النبی کے عامل حضرات آج تک اسی وجہ سے بدعتی اور گمراہ کہے جارہے ہیں، تو حاجی صاحب ان عقائد کے سبب بدعتی وگمراہ اور عقیدہ حاضر وناظر کے سبب مرتکب کفر ہوئے یا نہیں؟ پھر ان سے بیعت یا ان کی بیعت کہاں جائز رہی؟ اور جو بیعت تھے ان کی بیعت کہاں باقی رہی؟ اور جب وہ لائق بیعت ہی نہیں رہے تو پھر خواجہ غریب نواز تک ان کا سلسلہ کیسے پہنچا؟

خواجگان چشت اہل بہشت کے یہاں اعراس کی جو روایت اور بزرگان دین کے تبرکات کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، مگر سلسلۂ چشت سے وابستہ یہی گنگوہی صاحب کا فرمان ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں موجود ہے کہ ''بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہوجاتا ہے'' بزرگوں کی نیاز کو تبرک کہنے کے باوجود اس کے کھانے سے دل کے مردہ ہوجانے کا عقیدہ رکھنا بزرگوں سے کیسی عقیدت کا غماز جمیعت والے ہی بتا سکتے ہیں، اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ خواجہ غریب نواز سے ہمارا اٹوٹ روحانی رشتہ ہے اس صدی کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے؟

عرس کے حوالہ سے بھی یہاں کا معاملہ خواجگان چشت اور اولیائے سلسلہ چشت کے حوالہ سے عجیب وغریب ہے، جمیعت والوں نے اکابر دیوبند کا جو سلسلہ بیعت وطریقت دیا ہے ان میں حاجی صاحب سے ۱۰ ارکڑی اوپر حضرت عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی ہے، یعنی حضرت حاجی صاحب بھی اسی واسطے سے خواجہ غریب نواز تک پہنچتے ہیں مگر ان کے عرس کے موقع پر گنگوہی صاحب عرس سے کیسی نفرت کا اظہار کرتے ہیں صاحب ''تاریخ مشائخ چشت'' کی زبانی ملاحظہ کیجئے اس کے مصنف لکھتے ہیں:

شاہ عبدالقدوس کا عرس جس کے بند کرنے پر وہ قادر نہیں تھے، اس سے اس درجہ آپ کو اذیت پہنچا تا تھا کہ آپ کو صبر کرنا دشوار ہوتا، موسم عرس میں اپنے منتسبین کا عرس میں آنا بھی اس درجہ نا گوار تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ان سے بات چیت کرنا بھی چھوڑ دیتے، ایک بار آپ کے خلیفہ ومجاز مولوی محمد صالح جالندھری آپ کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا مگر وہ آئے تو انہوں نے سلام کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہیں کی، حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا ان کو شاق گزرتا تھا، یوں ہی کئی دن گزر گئے، آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر وہ حاضر خدمت ہوئے اور رورو کر عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے، حضرت نے جواب دیا کہ اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی، مگر جس راستے سے عرس کے آنے والے آرہے تھے اس میں تیسرے تم تھے''۔

(تاریخ مشائخ چشت ص ۲۹۴)

عرس سے ایسی نفرت کا اظہار، کہ ان ایام میں آنے والا مجرم، اس راستہ سے آنا والا مجرم، نیت نہیں کرنے کے بعد بھی مجرم، اس کے باوجود اکابر دیوبند سلسلہ چشت سے وابستہ ہیں اور وہ چشتی ہیں، تو ''خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد'' کے علاوہ کیا کہا جائے۔ جمہوریت میں سب چلتا ہے۔

حاجی صاحب قبلہ کے مریدین سے یہ سارے حالات پوشیدہ نہ تھے اس لئے انہوں حاجی صاحب کے معتمد وممتاز خلیفہ حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل سے گزارش کی وہ مرشد گرامی کے نظریہ کے مطابق ایک کتاب لکھ دیں تا کہ ان کے مریدین کا ذہن صاف رہے، چنانچہ انہوں نے ''انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ'' کے نام سے ایک مدلل کتاب لکھی، جس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور خود حاجی صاحب قبلہ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا ''درحقیقت کتاب کا اصل مضمون اس فقیر اور بزرگان فقیر کے مذہب ومشرب کے مطابق ہے آپ نے خوب لکھا''۔

ایک ایسی کتاب جس کے مضمون اور استدلال پر مرشد نے ''خوب لکھا'' کہہ کر تائید کی وہ کتاب بھی گنگوہی صاحب کے نظریات میں تبدیلی نہیں لاسکی، بلکہ ان کے جذبہ انا ونمو نے انہیں اس کے جواب پر ابھارا اور انہوں نے ایک کتاب ''براہین قاطعہ فی ظلام انوار ساطعہ'' کے نام سے لکھ کر اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کروائی اور اس میں نفس مسئلہ میلاد النبی کے رد میں جو کچھ لکھنا تھا لکھنے کے ساتھ چند اور بھی ایسی باتیں لکھیں جس نے ہندوستان میں مذہبی سالمیت کو پارہ پارہ کردیا اور پھر اپنے حریف حاجی صاحب کے خلیفہ اجل مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری کو ''کم فہم، جاہل، بے شرم، بے غیرت، بے سمجھ، کم عقل، دین سے بے بہرہ، ہوش وحواس سے قاصر، پھکڑ باز، کوڑ مغز اور تیلی کے بیل'' تک لکھ ڈالا، جس نے جلتے پہ تیل کا کام کیا اور فضا اور بھی آلودہ ہوگئی۔

حضرت حاجی صاحب کی نگاہ سے یہ حقائق پوشیدہ نہ تھے، اس

لئے انھوں نے نفس مسئلہ کی وضاحت اور اپنے خلفا کے درمیان پیدا شدہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے خود ہی پہل کی اور ایک فیصلہ کن کتاب بنام ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' لکھی جس میں اہل سنت کے درمیان متنازع سات موضوعات پر علمی اور فیصلہ کن بحث کی۔ کتاب چھپ کر منظر عام پہ آئی تو مریدین نے ہاتھوں ہاتھ لیا، علمی حلقوں میں بھی اس کی بڑی پذیرائی ہوئی، مگر گنگوہی صاحب نے اپنے مرشد پیر شیخ طریقت کی اس مخلصانہ جدوجہد پر غور وفکر کرنے کے بجائے کتاب کو آگ میں ڈلوادیا، یقین نہ ہو تو خواجہ حسن نظامی ثانی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا کی زبانی ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی، جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں زیر تعلیم تھے، لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انھوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلادیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں''۔

ادھر یہ کتاب مرید کے ہاتھوں نذر آتش ہوئی ادھر مرشد گرامی اس گمان میں ہیں کہ خلفا کے درمیان تصفیہ ہو گیا ہوگا، معاملات حل ہو گئے ہوں گے اور باہمی اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو گئی ہوگی، چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی کے نام ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں مکہ مکرمہ سے ایک خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہماری تحریر سے اختلاف کا کچھ تصفیہ ہوا یا نہیں؟ تو صوفی صاحب نے تحقیق حال کر کے حاجی صاحب کو لکھا کہ علمائے دیوبند نے آپ کی تحریر کو نگاہ غلط انداز سے بھی نہ دیکھا بلکہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو نذر آتش کر دیا''۔ (صابری سلسلہ روحید احمد مسعود۔ ص ۴۷)

کیا اس روح فرسا اور حقیقت سوز عمل کے بعد بھی کہا جائے گا کہ اکابر دیوبند کا تعلق سلسلہ چشت سے ہے اور خواجہ غریب نواز سے انھیں واقعی عقیدت و محبت ہے؟

تاریخ کا یہ ورق بھی ملاحظہ کر لیں کہ ''انوار ساطعہ'' کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' گنگوہی صاحب نے اپنے مرید خاص خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کی، اس کے شائع ہوتے ہی مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل انبیٹھوی جو باہم دوست تھے، مخالف ہو گئے، معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان دونوں کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں بھاول پور نواب بھاول پور کی نگرانی میں ان مسائل پر مناظرہ ہوا جو انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ میں زیر بحث آچکے تھے۔ حکم مناظرہ شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف نے فیصلہ سنایا کہ ''انبیٹھوی صاحب مع اپنے معاونین کے وہابی، اہل سنت سے خارج ہیں'' اس فیصلہ کے بعد انبیٹھوی صاحب کو بھاول پور سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس مناظرہ کی تفصیلی روداد ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے لکھی جس پر مولانا محمد عبد الحق الہ آبادی (متوفی ۱۳۳۳ھ) شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے اساتذہ کے علاوہ پایہ حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے تقریظات لکھیں اور کتاب کو خوب سراہا، دونوں کتابیں موجود ہیں وہاں حقائق دیکھے جاسکتے ہیں، ان تفصیلات سے اہل نظر حضرات اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اکابر دیوبند سلسلہ چشت کے بزرگوں سے تعلق کی حقیقت کیا ہے، رہا جمیعت والوں کا یہ لکھنا کہ: جمیعۃ العلما کے مرد مجاہد و سابق صدر حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو حضرت خواجہ سے ایسی عقیدت تھی، وہ نیت و ارادہ کر کے خواجہ کے آستانہ پر تشریف لایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ حضرت سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں اس لئے آپ کی زیارت کے لئے مستقل سفر کرتا ہوں۔''

اتنا بڑا فریب ہے کہ اس کی مثال جمیعہ والوں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ اگر مدنی صاحب کا یہ عمل واقعی ہے تو وہ گھر کے فتویٰ کی رو سے مشرک ثابت ہوں گے کہ بزرگان دین ہی نہیں روضہ رسول ﷺ پہ بھی حاضری کی نیت سے سفر کرنا ان کے یہاں شرک ہے، مسئلہ شد الرحال پہ گرما گرم بحث اس پہ شاہد ہے پھر اجمیر شریف کا سفر اور اس نیت سے کہ ''سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں'' شرک کیوں نہیں ہوسکتا؟ اب اسی تناظر میں فیصلہ کریں کہ جمیعہ والوں کا یہ دعویٰ:

واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ جن کا طریقہ ہی ہمارے حضرات مشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند کا طریقہ اور اصلی سلوک ہے''۔

(مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر ۱۱۰۔ نجم الدین اصلاحی: انقلاب پٹنہ ۱۳ر نومبر ۲۰۱۶ء)

کتنا سچ ہے اور کتنا فریب۔ حاجی صاحب اور دیگر بزرگان دین سے اکابر دیوبند کا کتنا تعلق ہے اور کیسا تعلق ہے یہ اب بتانے کی ضرورت نہیں، خود ہی فیصلہ کر لینے کا ہے۔ اجمیر شریف کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیل لینا اور ہے اور حقیقت بیانی و اعتراف صداقت اور۔ اگر احساس کا وجود دنیا میں ہے تو سینہ پر ہاتھ رکھ کر خود ہی سوچ لینا چاہئے کہ اس تاریخ سازی کا نتیجہ ہمیں کہاں کیا ملنا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (بقیہ ص ۱۲ پر)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری *

صلح کلّیت: تعارف، نقصانات اور تدارک

میرے آقا سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے جسم میں جب سے اپنی محبت و چاہت کی روح پھونکی ہے، اس کے چہرے پر اپنے پیار کا غازہ ملا ہے اور اس کی پیشانی پر خدا کی پسندیدگی کا جھومر سجایا ہے تب سے اس کے عروج و اقبال کا جوبن، اس کی واقعیت، قطعیت، جامعیت، ہمہ گیریت اور اثر پذیریت مخالفین کی نظر میں کھٹک رہی ہے، اس کی ترقی روکنے، اس کے عروج کے سامنے بند باندھنے کی کیا کیا سازشیں نہ ہوئیں مگر یہ خدا کا دین تھا، چمکتا، مسکراتا، سلطنتِ دل پر حکومت کرتا اور اکنافِ عالم میں چھاتا ہی چلا گیا، ہر دَور میں اس طرح کی مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا رہا مگر یہ بھی زمینی حقیقت ہے کہ جب جب اسے بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کی سازش ہوئی، کوئی مردِ مومن پردۂ غیب سے اُٹھا اور کشتی کی رفتار اور تیز کردی، یہ بھی جگ ظاہر سچائی ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان اپنوں سے پہنچا ہے غیروں سے نہیں، اسلام ایک صاف ستھری شبیہ کا مالک مذہب ہے، اس میں اپنوں اور بیگانوں میں تمیز کے لیے محکم اُصول ہیں اور اسلام اس پر بھر پور توجہ دیتا ہے کہ اس کی شبیہ کو کسی طرح کا بھی کوئی صدمہ پہنچنے نہ پائے، جو اس کے علم بردار ہیں ان کی اپنی پہچان اور ان کی ذات کا تشخص و عرفان سلامت رہے اور وہ دور سے پہچانے جائیں، جس طرح نور اور ظلمت الگ الگ ہیں، حق اور باطل میں کوئی یگانگت نہیں ہے، رات اور دن کا سفر جدا جدا ہے، ایسے ہی ایمان اور کفر، اسلام اور نفاق میں اصلاً اختلاط کی گنجائش کا بھی دھبہ نہ لگنے پائے۔

یہ خالص سونا ہے، معمولی سی ملاوٹ بھی اسے برداشت نہیں ہے، یہ اپنی بقا کے لیے اپنے دامن میں بعض قانون ایسے نرم و نازک رکھے ہوئے ہے کہ پھولوں کی نزاکت و لطافت بھی قربان، اسی وجہ سے کسی دردمند آنکھ کے آنسو کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے دامن میں چن لیتا ہے اور بعض قانون ایسے فولادی رکھے ہوئے ہے کہ خاندان کا خاندان لٹ جانے پر بھی پیشانی پر کوئی بل نہیں، شفافیت اس کی شان اور بے مثلی اس کی جان ہے، اسلام کے یہی اوصاف غیروں کی آنکھ میں کانٹا بن کے چبھتے رہے ہیں اور آج بھی چبھ رہے ہیں، یوں تو ہر دَور میں داخلی و خارجی ریشہ دوانیاں اُس سے محاذ آرا ہوئیں، تاہم میں سمجھتا ہوں دورِ حاضر کا جو فتنہ اس کی شبیہ بگاڑنے کے درپے ہے، وہ ہے ''فتنۂ صلح کلّیت'' اس لیے ہم اسے ''تعارف، نقصانات اور تدارک'' تین حصّوں میں تقسیم کر کے ہر ایک پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعارف : صلح کلّی کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بدمذہبوں، بے دینوں پر رَد و ترد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اور کہے کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ بدمذہبوں، بے دینوں کا رَد کر کے دنیا میں بُرے بنیں، خلاصہ یہ کہ جو سب کو اچھا سمجھے، سب کو ساتھ لے کر چلنے کی حمایت کرے، سب کے ساتھ تال میل رکھے، موجودہ اصطلاح میں وہ صلح کلّی ہے، ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے صلح کلیت کی بنیاد رکھی وہ اکبر بادشاہ ہے، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب کو خوش رکھنے کی منحوس پالیسی کو روبہ عمل لانے کے لیے چاروں دھرم سے جو قانون اچھا اور آسان لگا، اُسے لے کر دینِ الٰہی کے نام سے اس نے نئے دین یعنی صلح کلّیت کو نافذ کرنا چاہا، مذہبی تصلّب کے نقطۂ نظر سے ہندوستان کی تاریخ کا یہ بڑا منحوس دن تھا، ورنہ تو یہ وہ ملک ہے کہ حضرت امیر خسرو نے اس کی فکری شفّافیت کو دیکھ کر مچلتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں جس ملک کے دریا کی مچھلی بھی سنّی ہے، دینِ الٰہی تو دو مردِ درویش حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محقق دہلوی کے فقیرانہ سوز و ساز اور مجاہدانہ للکار کی وجہ سے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا، مگر صلح کلّیت کی روح کہیں نہ کہیں دبی چنگاری کی طرح سلگتی رہی، زمانے نے کروٹ لی، اسی سرزمین پر جب انگریزوں کے ناپاک قدم آئے اور اس نے اپنے دلی عزائم کو زمین پر اُتارنا چاہا تو اپنے اہداف کی تحصیل کے لیے اس نے کیا سوچا کیا کیا؟ پوری تاریخ کے سمندر کو ایک شعر کے کوزے میں جس طرح ڈاکٹر اقبال نے سمویا ہے، یہ انھیں کا حصّہ ہے، وہ کہتے ہیں ؎

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہ روحِ محمد کیا ہے؟ یہ ''عشقِ مصطفےٰ'' ہے، یہ مسلمانوں کی حیات کے لیے سرمایۂ حیات بھی ہے اور آبِ حیات بھی، یہ قوم زندہ اُسی دولت کی بدولت ہے، انگریزوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے مسلم قوم میں سے چند افراد کو چنا، سبز باغ دکھائے اور شیشے میں

* مقالہ نگار پٹنہ میں مقیم اہل سنت کے معروف اور معتبر اہل قلم ہیں۔

اُتارا۔ پھر اُن لوگوں نے دنیاوی عز وجاہ کے لالچ میں وہ وہ کیا کہ جس کو سُن، دیکھ اور پڑھ کر آج بھی حسّاس دل لرز اُٹھتا ہے، ہندوستانی سیاسی تاریخ کا ایک بڑا مشہور نام ہے سر سید احمد خاں، سنئے کس طرح یہ صاحب انگریزوں کے خواب کی تعبیر بن کر، انھیں کے سُر میں سُر ملا کر اُن کی بولی بولنے لگے۔ ''حیاتِ جاوید'' حصّہ دوم، صفحہ ۲۵۶ ر میں حالی پانی پتی نے سر سید کے عقائد وخیالات تحریر کیے ہیں ان میں سے بطور نمونہ دو چار ہم پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اجماعِ اُمت حجتِ شرعی نہیں (۲) تقلید ائمہ واجب نہیں۔ (۳) قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزے کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔ (۴) فرشتوں کا الگ کوئی وجود نہیں (۵) مرنے کے بعد اُٹھنا، حساب کتاب، میزان، پُل صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں، نہ کہ حقیقت پر۔

سر سید کے ان جیسے نظریات کی وجہ سے کسی نے مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھا: سر سید کی وجہ سے ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی، لوگوں کے عقائد خراب ہوئے، جواب میں مولوی تھانوی نے فرمایا: گڑبڑ کیا معنی؟ اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے، ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔''

(الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص ۸۴، زیر ملفوظ ۱۵۱)

دبستانِ سر سید میں جو نام سب سے نمایاں ہے اور جسے سر سید کے دست و بازو بننے کا شرف حاصل ہے وہ ہیں مسٹر الطاف حسین الطاف حالی نے اپنے شعر وشاعری کے بل پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی طرف رغبت دلانے اور یورپین تہذیب پھیلانے میں کھل کر بھرپور کوشش کی اور ایک نیا مذہب چکڑالوی کا سنگِ بنیاد بھی رکھا۔ چکڑالوی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (معاذ اللہ) مسٹر حالی اپنی مشہور کتاب ''مسدس حالی'' میں ص ۱۷ ر پر لکھتے ہیں:

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بڑائی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

دیکھئے کس بے دردی سے حالی نے عظمت وشانِ مصطفٰے کے قصرِ رفیع پر کاری ضرب لگانے کی مذموم سعی کی ہے، پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں اُمتی کو نبی کے برابر کر دیا، حالانکہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟ دوسرے مصرعے میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے اختیارات وتصرفات کا کھلّم کھلّا انکار کر کے کس غیرت فروشی سے حضور جانِ نور ﷺ کو بے چارہ کہہ دیا، دوسرے شعر میں بڑائی کی بات بھی کی تو بس اتنی کہ قاصد وسفیر بنا کر چھوڑ دیا، معاذ اللہ! کیا نبی کے حق میں اُمتی کی ایسی ہی بولی ہوتی ہے؟ ضرور ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ سر سید کی طرح مسٹر حالی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انگریز کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا، سر سید احمد خاں کے دوسرے توانا بازو مولوی شبلی اعظم گڑھی ہیں کہ یورپین چمک دمک سے مرعوب ہو کر انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم کو عام کرنے کے لیے یوں نغمہ سرائی نہیں ہرزہ سرائی کرتے ہیں ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے
وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں
تہذیب کے دائرے میں آئیں
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں
ہم بھی اس کان کے گہر ہوں

(مثنوی صبح اُمید، شبلی اعظم گڑھی)

ماضی کی دل خراش تاریخ کا آئینہ ہم نے اس لیے دکھایا ہے کہ اکبر بادشاہ کی صلح کلّیت کو نئی زندگی دینے میں یہی حضرات اور کچھ ان کے معاونین کا اہم رول ہے، ندوہ، لکھنؤ اکبر بادشاہ کے اسی دین الٰہی کا نیا ایڈیشن ہے، اکبر بھی چاہتا تھا کہ مذہب، مسلک سے اوپر اُٹھ کر سب کو خوش رکھیں، سب کو ساتھ لے کر چلیں اور سب کے ساتھ گھال میل رہے اور ندوہ کی بھی یہی فکری اساس ہے۔

حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی ان حقائق سے یوں پردہ اُٹھاتے ہیں: دار الندوہ لکھنؤ، انھیں مولوی شبلی، مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند نیچری لیڈروں اور مولویوں نے قائم کیا۔ ندوی مذہب کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآنِ مجید کو ناقص جانے، قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے، جنت دوزخ، حساب وکتاب وغیرہ کو مانے یا نہ مانے ..... غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے، بس کلمہ پڑھے تو ندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ندوہ کا ممبر ہے۔'' (اعلام ضروری، صفحہ ۶)

بتائیے ندوہ اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا چربہ ہے کہ نہیں؟ اور یہ صلح کلّیت نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی لیے مولوی انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند، ندوہ کے روحِ رواں شبلی نعمانی کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''میں شبلی نعمانی کی بدعقیدگی اور بدمذہبی، لوگوں کے سامنے اس لیے

ظاہر کرتا ہوں کہ دینِ اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں۔''
(مشکلات القرآن، ص ۳۴)

ندوہ اتنا خوب صورت جال تھا کہ اس میں پہلے پہل اچھے اچھے سنّی علما بھی شامل ہو گئے، ندوہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر مولوی شبلی نعمانی نے بہجت وانبساط میں جو اپنا تاثر پیش کیا ہے۔ اس کے بول بول، بول رہے ہیں کہ یہاں سے ''اسلامی امتیازات'' رخصت ہوا چاہتے ہیں۔ دینی تشخص کے لیے بہت کٹھن گھڑی آ گئی ہے۔ صلح کلیت کو پورے کروفر سے سراہا اور پھیلایا جا رہا ہے، غیور مسلمانو! تمہاری دینی حمیت کو بہت بڑا چیلنج ہے۔ اُٹھو دین کی حفاظت کے لیے بڑھو اسلامی وقار کی حمایت کے لیے اور مر مٹو اپنے نبی کی پیاری شریعت کے تحفظ کے لیے۔

دیکھیے شبلی نعمانی کے الفاظ: یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آئے تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ مقدس علما، عیسائی فرماں روا کے سامنے دلی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ شیعہ، سنّی ایک مذہبی درسگاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا، غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیعہ سنّی، حنفی وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔''
(شبلی نامہ، ص ۱۳۰)

یہ بار بار پہلا موقع تھا، پہلا موقع تھا کا جملہ گواہی دے رہا ہے کہ ندوہ سے پہلے یہاں کی مذہبی فضا مسموم ومخلوط نہ تھی، سب اپنے اپنے تشخص کے ساتھ رہ رہے تھے، مگر پہلی بار ندوہ نے امتیاز کی دیوار میں شگاف ڈالی اور کفر واسلام، نور وظلمت، حق وباطل کو ایک کرنے کی ناپاک جسارت کی، اسی جسارت کے نتیجے میں ہندوستان کی خالص دینی فضا میں گھن لگا، صلح کلیت کا زہر گھلا، جو اَب تک پھیل ہی رہا ہے، تھمنے کا نام نہیں لیتا۔

کیا شاہین نظر بخشی تھی خدا نے امام احمد رضا کو کہ نظر اوّلین ہی میں وہ شئے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، شروع شروع میں آپ بھی ندوہ کے رُکن تھے، مگر جب اسرار پنہانی سے آشنا ہوئے تو خود الگ ہوئے اور آپ کی تحریک سے سنّی علما بھی الگ ہو گئے، ندوہ کو چوں کہ انھوں نے بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا تھا اس لیے ندوہ کے بارے میں ان کا بیان ایک شاہد کا بیان ہے، فرماتے ہیں:

''ندوہ کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلِ سنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہو گئے تھے، جیسے مولوی محمد حسین صاحب الٰہ آبادی اور مولوی احمد حسین کانپوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی، اس کی شناعتوں پر اطلاع پا کر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے، مولانا احمد حسن صاحب مرحوم، ندوہ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے، رمضان کا اخیر عشرہ تھا، میں اپنی مسجد میں معتکف تھا، میں نے خبر سُن کر ان کو خط لکھا، جس میں القاب یہ تھے: احمد السیرۃ حسن السریرۃ غیر شرکۃ الندوۃ المبیرۃ۔ میں احمد حسن کا نام بھی نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود اور طینت مسعود، مگر ندوہ تباہ کنی کی شرکت مردود، میری ان کی دوستی تھی، ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے اس سے توبہ کر لی ہے اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم سے کہہ کر اٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں، یہ سب جہنم میں جائے گا۔''
(الملفوظ، ۲/۷۵)

تحریک ندوہ کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے اور اس سے پڑنے والے اثرات کو توڑنے کے لیے امام احمد رضا کی صالح و بے ریا قیادت میں علمائے اہلِ سنّت یکجٹ ہو گئے، علما نے اپنے علم وفضل اور اُمرا نے اپنے مال ودولت کو نچھاور کر دیا اور ایسا پُرزور تعاقب کیا کہ طوفان کی طرح اُٹھنے والی تحریک ندوہ مدراس تک پہنچتے پہنچتے سسک سسک کر رہ گئی، حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''علما نے ندوے کے رَد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی، تحریری رد میں بھی کامل حصہ لیا، قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کیے، ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی، جلسوں کی روداد یں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچایا، مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپئے سے اوپر کا ہے، پچاس ہزار روپئے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کیے، ایسے اہم کارِ دینی میں مال کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔''
(اعلام ضروری، ص ۵)

غرض ندوہ نے صلح کلیت کی جو آگ لگا دی تھی اسے بجھانے میں جس سے جو بن سکا اُس نے وہ کیا، یہ ہے ہمارا ماضی قریب، دین کی شان وشوکت کے لیے کیا وارفتگی تھی، کیا اخلاص تھا اور کیا فداکاری کے نمونے تھے، کاش آج پھر وہی جذبہ والہانہ بیدار ہو جائے، علما اپنے جوشِ علمی کا مظاہرہ کرتے اور اُمرا اپنی دولت دین وسنیت پر نثار کرتے تو مسلمانوں کو ان کی متاعِ گم گشتہ مل جاتی۔

لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں راکھ کے ڈھیر میں دب کر بھی صلح کلیت کی چنگاری دھواں دیتی رہی ہے، اس لیے اب کچھ اِدارے، کچھ افراد اسے شعلہ جوالہ بنا دینے کی فکر میں ہیں، مثلاً کل ندوہ کے پلیٹ

فارم سے صلح کلیت کا جو پیغام نشر کیا گیا تھا، ادھر کچھ سالوں سے ماہ نامہ جامِ نور دہلی اور خانقاہِ سید سراواں، الٰہ آباد نے اپنے کاندھے کی بیساکھی سے ندویت کا بیڑا پار لگانے کی فکر میں اپنا ہی بیڑا غرق کر رکھا ہے اور جماعتِ اہلِ سنّت کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہا ہے، جامِ نور کی ندویت نواز پالیسی کی بخیہ دری کرتے ہوئے ڈاکٹر امجد رضا امجد لکھتے ہیں:

"جامِ نور بالواسطہ و بلا واسطہ ابن تیمیہ کو شیخ، محسن، مصلح، متورع، مجتہد، متقی، صوفی، صاحبِ روحانیت و متبع سنّت اور کیا کیا بنانے پر آمادہ ہے، آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ساری باتیں جامِ نور میں نہیں، جامِ نور کی مفتخر و مقتدر ٹیم کی ہیں، جسے آپ جامِ نور کی دس سالہ خدمات کا حاصل سمجھتے ہیں، بیچارے اسٹیج کے "گویا" اور "مداری" پر تو آپ کا تیشۂ اصلاح خوب چلا، مگر جس فکر و نظر کے اظہار سے عقیدے میں فتور اور صلح کلّیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے، وہاں خموشی ہی نہیں، جرأت مندانہ حمایت۔ "ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ" نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر اس دورنگی پالیسی کو کون سا نام دیا جائے؟"

(دوماہی الرضا، پٹنہ، مارچ۔اپریل ۲۰۱۶ء)

ندویت و صلح کلّیت کے فروغ میں دوسرے نمبر پر سید سراواں الٰہ آباد اور اس کے حواریین کا نام جس میں جامِ نور بھی شامل ہے، زبانِ زد خاص و عام بن چکا، یقین نہ ہو تو دیکھیے یہ حوالے: ماہ نامہ خضر راہ الٰہ آباد سے نکلتا ہے، آپ پڑھیں گے تو آپ بھی کہہ اٹھیں گے کہ اس کے جسم سے ندوہ کی روح آواز دے رہی ہے، دسمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں ہے "اہلِ قبلہ کی تکفیر، یا انھیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔" اور مئی ۲۰۱۳ء کے شمارے میں ہے "اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔" ان حوالوں کو دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول چاہے ناراض ہوں، اکبر، سر سیّد، شبلی اور حالی کی روح ضرور دعا دے رہی ہوگی، افسوس! ؎

تمہیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

یہاں تک ہم نے صرف یہ دکھانا چاہا ہے کہ صلح کلیت کیا ہے؟ کس طرح یہ وجود میں آئی اور تھوڑا سا تاریخی تعارف پیش کرنے کی سعی کی ہے، تاکہ آپ یہ جانیں کہ یہ کس طرح آگے بڑھی، کن کن لوگوں نے اس کے مردہ جسم میں روح ڈالنے کی نامحمود کوشش کی اور آج بھی کر رہے ہیں، آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس کے نقصانات و مضر اثرات کیا کیا ہیں۔

(جاری ہے)

(ص ۵۰/کا بقیہ) تعلق رکھتا ہے، مضمون نگار نے نہایت ہی محتاط انداز میں جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی اجازت دی ہے، مجھے اس بات سے خوشی حاصل ہوئی کہ مضمون نگار جامعۃ الرضا میں پڑھتے بھی ہیں، میں فاروقی صاحب کو مشورہ دیتے عرض کرتا ہوں کہ "نوخیز قلم" کے سلسلہ کو جاری رکھا جائے کیوں کہ یہ سلسلہ آنے والے دنوں میں کافی کامیاب ثابت ہوگا اور مدارس اسلامیہ کے طلبا بھی صحافت اور انشاء پردازی کی طرف اپنی توجہ مرکوز کریں گے جو دورِ حاضر کا تقاضہ بھی ہے، تقریر کے میدان میں اترنا کسی کامیابی کی دلیل نہیں مگر تحریر کی دنیا میں سرخرو ہونا بہت بڑی کامیابی ہے، خدا کرے ہماری جماعت کا ہر ایک طالب علم تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کا بھی سپاہی بن جائے۔

منظومات کے تحت ماہنامہ سنی دنیا کے شمارہ میں "حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی نعت پیش کی گئی ہے، اس نعت کے بارے میں کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے، حضور حجۃ الاسلام نہ صرف ایک اچھے شاعر تھے بلکہ بہت ہی اچھے اور بہت ہی بڑے شاعر تھے، اس نعت کا ایک ایک لفظ سوز و گداز سے متاثر دکھائی دیتا ہے، مولانا سلمان رضا فریدی کے اشعار بھی اچھے ہیں، جو دورِ حاضر کے تقاضوں کی نمائندگی کرتے ہیں، میں فریدی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مولانا اسی طرح لکھتے رہے ہیں۔□□□

(بقیہ ص ۱۴/کا) اس لئے وقت سے پہلے ہی اس کو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کے لئے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے، پس وقت سے پہلے اس پر سیکھنا واجب نہیں اور اسی طرح باقی نمازوں میں یہی حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہے گا تو رمضان کے سبب سے اس پر روزہ کا سیکھنا ایک نیا وجوب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ میں نیت واجب ہے، اس دوران کھانے پینے اور صحبت سے پرہیز کرنا ہے اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے اور دو گواہوں کی گواہی گزرنے تک قائم رہتی ہے، اب اگر اس کے پاس مال آجائے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال حاصل تھا تو اس پر مقدار وجوب زکوٰۃ معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اس وقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک سال پورا ہونے پر لازم ہوگا، اگر اس کے پاس اونٹوں کے سوا کچھ اور نہ ہو تو صرف انھیں کی زکوٰۃ کا علم لازم ہوگا، اس طرح تمام اقسام میں مال کے اقسام تصور کرنا چاہئے، جب اس پر حج کا مہینہ آئے تو اس پر حج کا علم حاصل کرنا اسی وقت ضروری نہیں اس لئے کہ اس کا ادا کرنا عمر میں ایک بار ہوتا ہے تو اس کا سیکھنا بھی فوراً واجب نہ ہوگا۔(جاری)

اسلاف واخلاف

حیات غوث اعظم کے چند تابندہ نقوش

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ] *

جیلان طبرستان کا ایک مشہور قصبہ جہاں کی مقدس فضاؤں میں سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سادات کے ایک مقدس گھرانے میں یکم رمضان المبارک ۴۰۷ / ۱۰۷۸ء آنکھ کھولی، اس وقت والدہ ماجدہ سیدہ ام الخیر امۃ الجبار کی عمر مبارک ساٹھ سال ہو چکی تھی، والد ماجد حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ کا وصال آپ کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا، اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا سید عبد اللہ صومعی قدس سرہٗ نے فرمائی، حضرت غوث اعظم، والد ماجد کی جانب سے حسنی ہیں اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسینی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ ۱۸ر سال کی عمر میں ایک غیبی ہدایت پر آپ بغداد مقدس کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے اجلہ علما سے علم کی تحصیل کی، فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، تصوف سارے علوم کی تحصیل کے بعد ریاضت اور مجاہدے کی جانب متوجہ ہوئے اور ایسے سخت مجاہدے فرمائے کہ شاید و باید، دنیاوی مشکلات کا قدم قدم پر سابقہ رہا، حصول علم کے لیے جب آپ بغداد کے قریب پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے آپ کو بغداد جانے سے روکا، آپ سات سال تک دجلہ کے کنارے ٹھہرے رہے اور ساگ اور پتیوں پر گزارا کرتے رہے پھر اللہ کے حکم سے بغداد میں داخل ہوئے اور حصول علم کا سلسلہ شروع فرمایا، طالب علمی کے زمانے میں بیس بیس دن کا فاقہ رہا، اسی دوران بغداد میں قحط سالی ہوئی اور آپ فاقے پر فاقے کرتے رہے، آپ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر سختیاں زیادہ گزرنے لگتیں تو میں زمین پر لیٹ جاتا اور آیت کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پڑھتا پھر میں آسانی سے سر اٹھاتا اور میری ساری تکلیفیں دور ہو جاتیں پھر فرمایا: مجھ پر بڑی بڑی سختیاں گزرا کرتی تھیں، اگر وہ سختیاں پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ (قلائد الجواہر۔ص ۴۰ تا ۴۷)

آپ نے ۲۵ر سال تک عراق کے ویرانوں میں مجاہدے کئے، چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، قیام شب میں پورا قرآن حکیم ختم فرماتے، گیارہ سال برج میں گزارے، ۵۱۱ھ میں آپ کو محی الدین کا خطاب بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا، حضرت ابو الخیر حماد بن مسلم دبّاس اور حضرت قاضی ابو سعید مبارک مخزومی قدس سرہما کی خدمت میں رہ کر دینی علوم بھی سیکھے اور علوم معرفت بھی، راہ سلوک کی منزلیں طے کیں، حضرت قاضی ابو سعید مخزومی قدس سرہ سے آپ باضابطہ بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت زیب تن فرمایا، مجاہدات کی جانگداز منزلیں طے کرنے کے بعد آپ نے درس و افادہ کی بساط بچھائی اور اپنے شیخ قاضی ابو سعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ کے مدرسہ باب الازج میں درس دینا شروع کیا، جو آپ کی نسبت مبارکہ سے مدرسہ قادریہ کے نام سے مشہور ہوا، آپ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلاف مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن حکیم اور تجوید و قراءت روایات سبعہ کے ساتھ پڑھاتے۔ (زبدۃ الاسرار، ص ۴۰)

آپ تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس دیتے وقت وہ گراں قدر علمی نکات ارشاد فرماتے کہ اساتذہ فن بھی دنگ رہ جاتے، آپ کے درس کا غلغلہ بلند ہوا اور مدرسہ باب الازج کی عمارت تنگ پڑنے لگی تو صاحبان ثروت اور فقراء کے تعاون سے مدرسہ کی توسیع اور مدرسہ قادریہ کی نئی عمارت ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء میں مکمل کی، (قلائد الجواہر، ص ۵۶) سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۶ر شوال ۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء بروز منگل بغداد مقدس کے محلہ حلبہ برّانیہ میں وعظ و تلقین کا آغاز فرمایا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۹۰) حضرت ہفتہ میں تین دن وعظ فرماتے دو دفعہ اپنے مدرسہ میں جمعہ کی صبح اور منگل کی رات اور ایک دفعہ اپنے مہمان خانے میں بدھ کی صبح کو، آپ کی مجلس وعظ میں علما، فقہا، مشائخ وغیرہ بکثرت ہوتے، آپ کے وعظ و تقریر کی کل مدت چالیس سال (۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک) ہے اور درس و افتا کی کل مدت تینتیس ۳۳ر سال (۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک) ہے۔ (قلائد الجواہر، ص ۶۳)

ابتداء جھجھک رہی، کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن سرکار رسالت مآب ﷺ اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے لعاب ہائے دہن کی ایسی برکتیں نمایاں ہوئیں کہ سارا بغداد آپ کی فصاحت و بلاغت، طلاقت لسانی اور بے مثل تاثیرات کا اسیر ہو گیا، مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا، تاثیر ایسی تھی کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے، سیاہ کار تائب ہوتے، تقویٰ شعاروں کو ثبات ملتا اور کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ

* مضمون نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے معتمد محقق و نقاد ہیں۔

سر چشمہ اسلام کے قریں آ کر شفاف ہو جاتے، آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلم بند کرتے، اس زمانے میں سامعین کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ ہوتی، لوگ دور دراز علاقوں سے پیدل، گھوڑے اور اونٹوں پر سوار ہو کر آپ کے وعظ کو سننے آتے، جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا، پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتا۔ (اخبار الاخیار ص ۳۹)

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں ”میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی، ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔“ آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف بہ اسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر و بیشتر عربی زبان میں خطاب فرماتے لیکن کبھی کبھی فارسی زبان میں بھی وعظ فرماتے، اس لئے آپ کو ذوالبیانین، ذو اللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔ [اخبار الاخیار، ص ۲۵] آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کا بیان سنتے تھے، آپ کی مجلس وعظ میں اجنہ، رجال الغیب، اولیا اور حضرات انبیا کی ارواح طیبات کثرت سے تشریف لاتی تھیں۔ (زبدۃ الاسرار، ص ۵۸) خوب فرمایا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ؎

ولی کیا، مرسل آئیں، خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبان و قلم، کردار و عمل، جان و مال ہر اعتبار سے دین مصطفوی کی اشاعت کی اور اس کی تقویت کا سامان فرمایا ہیں، آپ نے فقہ و تصوف اور ادب سے متعلق کثیر تعداد میں کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں، یہ مختصر صفحات ان کی تفصیل کے متحمل نہیں ورنہ یہ گدائے قادری مثالوں کی روشنی میں سرکار غوث اعظم کی علمی عبقریت کے چند نظائر پیش کرتا، اس بات پر سبھی اہل علم اور صاحبانِ کشف و ولایت کا اتفاق ہے کہ غوثیت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد پوری دنیا میں علم و فضل میں آپ کا ثانی نہ تھا، آپ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے اور چھٹی صدی کے مجدد اعظم تھے، البتہ مذہب حنبلی کی تقویت کے لیے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول مذہب کے مطابق اجتہاد فرماتے اور فتویٰ دیتے ورنہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب کے اصول و فروع پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی، فدائے غوث اعظم، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ”حضور (غوث پاک) ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا، مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین ہیں اور دین متین کے یہ چاروں مذاہب [نفی، شافعی، مالک، حنبلی] ستون ہیں، لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا، اس کی تقویت فرمائی۔“ [فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/ ۲۲۷]

آپ کا فیضان علمی ٹوٹ کر برسا، آپ تیرہ فنون میں خطاب فرماتے، ہر فن کے ایسے نکات بیان فرماتے کہ ماہرین فن بھی حیرت زدہ رہ جاتے، ابو محمد خشاب نحوی کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور نحو پڑھا کرتا تھا، ایک دن بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا تو میری جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے پاس رہو، ہم تمہیں سیبویہ بنا دیں گے، چنانچہ میں حاضر ہو گیا، میرے پاس نحو کے قواعد و احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جو اس سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور اور نہ ہی کسی سے سنا تھا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں، میں نے وہ کچھ حاصل کیا جو پوری زندگی میں حاصل نہ کر سکا تھا۔ [قلائد الجواہر]

آپ کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام سند حدیث دیتے وقت فرمایا کرتے تھے ”اے عبد القادر! ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں، ورنہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں، کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کئے ہیں، ان تک ہمارے فہم کی رسائی نہیں تھی۔“ [غنیۃ الطالبین]

حافظ ابو العباس احمد بن احمد بذیجی بغدادی بیان کرتے ہیں: ایک وقت کا واقعہ ہے کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ترجمہ پڑھا رہے تھے، قاری نے ایک آیت پڑھی اور آپ اس کی تفسیر بیان فرمانے لگے، پہلی تفسیر بیان فرمائی تو ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور تصدیق کرتے ہوئے سر ہلا دیا، اس طرح گیارہ تفسیروں تک تصدیق و تائید میں سر ہلاتے رہے مگر جب حضرت شیخ نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو ہم دونوں ہی اس تفسیر سے لاعلم تھے، اس لئے ہم دونوں ایک دوسرے کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھتے رہے، اس طرح آپ نے اس آیت کی چالیس تفسیریں بیان فرمائیں

پھر آخر میں فرمایا: ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ تو ساری محفل میں ایک جوش اور اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے جوش حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

رہ گئے بارگاہ الٰہی میں آپ کے مدارج روحانی! تو خود فرماتے ہیں: رب العزت کی بارگاہ قرب میں یکتا اور یگانہ ہوں، میرا رب میرے مدارج میں ارتقائی تبدیلیاں فرماتا رہتا ہے اور میرے لیے وہی صاحب عظمت کافی ہے، میں باز اشہب ہوں اور مردان خدا میں سے کسی کو مجھ جیسا قرب ربانی اور عطائے یزدانی نصیب نہیں، بارگاہ الٰہی سے بے نظیر اور پائیدار خلعتیں مجھے عطا ہوئیں اور فضل و کمال کا تاج بے بہا زیب سر کیا گیا، میرے رب نے ساری کائنات کے اقطاب پر مجھے حکمرانی بخشی تو میرا حکم بہر صورت نافذ ہے۔

آپ بارگاہ خداوندی کے دفتر اولیا میں انتخاب تھے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں خصوصی ترین قرب تام رکھتے تھے، آپ خود فرماتے ہیں ”ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بقدم ہوتا ہے اور میں اپنے جد امجد ﷺ کے قدم بقدم ہوں، آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا، میں نے وہیں قدم رکھا سوائے مقام نبوت کے“ زبدۃ الاسرار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ”سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ قول وفعل میں یکسانیت، نفس اور قلب کی یگانگت، اخلاص وتسلیم کا باہمی رابطہ استوار کرنا، ہر تصور، ہر لحظہ، ہر سانس اور تمام واردات واحوال میں کتاب وسنت کو حاکم بنانا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے تعلق ہے۔“ [زبدۃ الاسرار، ص ۴۸]

منقول ہے کہ آپ ہی کے ایک ہم عصر بزرگ جن کا نام صدقہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، آپ کی خانقاہ میں آئے، دوسرے بزرگ بھی آپ کے باہر تشریف لانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور سیدھے منبر پر چلے گئے، نہ تو آپ نے کچھ فرمایا اور نہ قاری سے کسی آیت کی تلاوت کو فرمایا لیکن لوگوں میں عجیب بے انتہا مستی وشورش پیدا ہوگئی، شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے، نہ شیخ نے کچھ فرمایا، نہ قاری نے کچھ پڑھا، پھر یہ وجد وحال کہاں سے پیدا ہو گیا اور یہ حالت کچھ کیسے ہوگئی، حضور غوث اعظم نے شیخ صدقہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ شیخ صاحب! میرا ایک مرید اسی وقت بیت المقدس سے بیک قدم یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے، تمام اہل اجتماع اس کی ضیافت میں لگے ہوئے ہیں، شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک لمحہ میں یہاں پہنچ سکتا ہے، وہ کس چیز سے توبہ کرے گا اور اسے پیر ومرشد کی کیا ضرورت؟ حضور غوث اعظم نے پھر ان کو دیکھ فرمایا کہ شیخ صاحب ہوا میں اڑنے والے بھی اس لئے توبہ کرتے ہیں کہ ہوا میں پرواز کرنے سے باز آ جائیں اور وہ مجھ سے محبت الٰہی کا طریقہ سیکھنے کے محتاج ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانے پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ، حال واحوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں، ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں، حکمِ خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے، اے رہروان منزل، اے ابدال، اے اقطاب واوتاد، اے پہلوانو! اور اے جوانو! آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم! تمام نیک بخت اور بدبخت میرے سامنے پیش کئے گئے اور میری نظر لوحِ محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم ومشاہدہ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت، رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔ [نفحات الانس وغیرہ]

منقول ہے حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین کے مشرق ومغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے: اَنَا اخْتَرْتُکَ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِی (میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کر تاکہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنا دیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو، نہ کچھ کرتا ہوں، نہ کچھ کہتا ہوں۔

امام اہل سنت اس کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں ؎

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں توتم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو دے دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کرلیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) الدِّیَۃُ عَلٰی الْعَاقِلَۃِ (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری نافرمانی تمہارے لئے زہر قاتل ہے، دین کے لئے اور دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں، اللہ تمہیں ڈراتا ہے، اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ دوران وعظ اپنے نیازمندوں اور اہل ایمان کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ”جب خدائے تعالیٰ سے دعا کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرو، اے ساری روئے زمین کے باشندو! میرے پاس آ کر مجھ سے علم طریقت حاصل کرو اور اے اہل عراق! میرے نزدیک احوال اس طرح سے ہیں، جس طرح گھر میں لباس لٹکے رہتے ہیں کہ جسے چاہو اتار کر پہن لو، تو تمہیں چاہیئے کہ تم سلامتی اختیار کرو، ورنہ میں تم پر ایک ایسے لشکر کے ساتھ چڑھائی کروں گا جس کو تم کسی طرح سے بھی دفع نہ کرسکو گے، اے فرزند! تم سفر کرو، گو ایک ہزار سال کا سفر کیوں نہ ہو مگر وہاں بھی تم میری آواز سنو گے، اے فرزند! ولایت کے مدارج یہاں سے یہاں تک نہیں، مجھے کئی دفعہ خلعتیں عطا کی گئیں اور تمام انبیاء اولیا میری مجلس میں رونق افروز ہوئے ہیں، زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور مردہ اپنی روحوں کے ذریعہ، اے فرزند! تم قبر میں منکر نکیر سے میرا حال پوچھنا تو وہ میری خبر دیں گے۔ [قلائد الجواہر، ص۱۸۰]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراتب عالیہ قدسیہ کا فیض ان کے نام لیواؤں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ پہنچتا ہے، یہ آپ کی بارگاہ الٰہی میں بے انتہا مقبولیت اور اعلیٰ درجے کی محبوبیت کی روشن نشانی ہے، سرکار نے خود اس فیضان عام کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”میں نے دوزخ کے داروغہ مالک سے پوچھا کہ تمہارے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی بھی ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: مجھے خدائے تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم! میرا ہاتھ اپنے مریدوں پر اس طرح سے ہے جس طرح کہ آسمان زمین پر سایہ فگن ہے، اگر میرا مرید عالی مرتبہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، خدائے تعالیٰ کے نزدیک مجھے تو عالی رتبہ حاصل ہے، میں رب تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک خدائے تعالیٰ مجھے اپنے مریدین کے ساتھ جنت میں داخل نہ فرمائے گا، میں اس کے سامنے سے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ [قلائد الجواہر، ص۱۶۸]

خوب فرمایا امام اہل سنت قدس سرہٗ نے ؎

بہجت اُس سِر کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے
کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

ایسے عظیم المرتبت محبوب بارگاہ صمدیت کی ذات کریم کس درجہ با کرامت اور صاحب تصرف ہوگی، اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ مشہور عاشق رسول، جلیل الشان محدث حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں ”یہ کلام بلا شبہ حق ہے، کیونکہ آپ پیدائشی ولی ہیں، ابتدا ہی سے خوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہے، آپ نے نوّے سال کی عمر شریف پائی اور اس عرصہ میں آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا، شیخ ابوسعید احمد بن ابی بکر خزیمی اور شیخ ابو عمر عثمان صریفنی فرماتے ہیں: آپ کی کرامات موتیوں کی لڑی کی طرح تھیں کہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوتی، اگر کوئی حاضر ہونے والا ہر روز متعدد کرامات شمار کرنا چاہتا تو شمار کرلیتا۔“ [زبدۃ الاسرار—ص۳—۴]

شیخ علی بن ہیتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کرامت والا کوئی بزرگ نہیں دیکھا، جس وقت جس کا دل چاہتا، آپ کی کرامت کا مشاہدہ کرلیتا، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں: شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور من جانب اللہ آپ کو تصرف کا اختیار ہمیشہ حاصل رہا، امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں: آپ کی کرامتیں حد تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے، دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں، الغرض آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر وباطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ کاموں سے واقفیت، عالم ملکوت کے اندر کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف وانقلاب، مارنے اور جلانے کی خداداد قوت، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماریوں کی شفا، آپ کے لیے زمان ومکان کا سمٹ جانا، زمین وآسمان پر حکمرانی، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کردینا، غیب کی چیزوں کا حاصل کر لینا، ماضی اور مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات

تسلسل کے ساتھ صادر ہوتی رہیں اور اب تک آپ کے تصرفات کا سلسلہ جاری ہے۔ [اخبار الاخیار، ص ۴۵]

زبدۃ الاسرار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: مشائخ میں سے اکثر حضرات نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم ایک دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص جو کچھ مانگنا چاہے، مانگ لے، شیخ ابوالمسعود احمد بن حریمی اٹھے اور عرض کی: میں ترک تدبیر و اختیار چاہتا ہوں، شیخ محمد بن قائد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے، شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو، شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے ساتھ صاحب حال بنا دیجئے، چونکہ میں اس نعمت سے محروم ہو گیا ہوں، مجھے یہ چیز ملنی چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو، شیخ جمیل ابو یوسف صاحب خطوہ نے عرض کیا: مجھے حفظ وقت کی ضرورت ہے، شیخ ابوحفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادت علم چاہیے، شیخ جلیل صرصری نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقام قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں، شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبت الٰہی میں بے خودی درکار ہے، شیخ ابوالفتوح معروف بہ ابن الحضر بن نصر بغدادی نے کہا: مجھے قرآن و حدیث کا حفظ کرادیں، شیخ ابوالخیر نے عرض کی: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ موارد ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کر سکوں، شیخ ابو عبداللہ بن حسبۃ اللہ نے کہا: مجھے دربان سرائی کی خواہش ہے، ابوالقاسم بن صاحب نے عرض کی: مجھے حاجب باب عزیز بنا دیجئے، سرکار غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھی ”كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا [بنی اسرائیل: ۲۰] یعنی ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی، ان کو بھی، تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔ [کنزالایمان] راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں، میں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے سرکار غوث اعظم سے تمنا کی تھی۔

صاحب قلائدالجواہر حضرت علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ”حضرت خضر حسینی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: ۵۶۰ھ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم نے مجھ سے فرمایا: خضر! تم موصل چلے جاؤ، وہاں پر تمہارے یہاں اولاد ہوگی اور پہلی دفعہ لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہے، جب اس کی عمر سات برس کی ہوگی تو اس کو بغداد کا ایک نابینا جس کا نام علی ہے، اسے چھ مہینے کی مدت میں قرآن مجید زبانی یاد کرا دے گا اور تم خود ۹۴ رسال چھ مہینہ اور سات دن کی عمر پا کر شہر اربل میں انتقال کروگے، تمہاری سننے، دیکھنے کی قوت اور سارے قویٰ اس وقت تک صحیح سلامت رہیں گے، چنانچہ ان کے فرزند ابوعبداللہ محمد نے بیان کیا کہ میرے والد ماجد شہر موصل میں آکر رہے، وہاں میں یکم صفر ۵۶۱ھ میں پیدا ہوا، جب میں سات برس کا ہوا تو میرے والد ماجد نے میرے لیے ایک جید حافظ کو مقرر فرمایا، میرے والد بزرگوار نے ان کا نام اور وطن دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرا نام علی ہے اور بغداد کا رہنے والا ہوں، اس کے بعد میرے والد ماجد نے ان سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشین گوئیاں بیان کیں، ۹ رصفر ۶۲۵ھ کو شہر اربل میں جب میرے والد ماجد نے انتقال کیا تو اس وقت ان کی عمر ۹۴ رسال چھ ماہ اور سات دن تھی اور ان کے تمام حواس اور قویٰ اس وقت بالکل ٹھیک تھے۔ [قلائدالجواہر، ص ۱۵۱]

اس واقعے سے وہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کے بارے میں شیطانی وسوسوں کا شکار رہتے ہیں، حضرت شیخ ابوالمسعود سے منقول ہے کہ حضرت غوث صمدانی فرماتے ہیں: چاند اور سورج اس وقت تک نہیں نکلتے جب تک مجھے سلام نہ کرلیں اور سال، مہینہ، ہفتہ اور دن حاضر ہو کر مجھے سلام پیش کرتے ہیں اور ان میں جو خیر و شر مقدر ہوتا ہے، اس کی مجھے خبر دیتے ہیں، شاہزادۂ غوث اعظم حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہما فرماتے ہیں: ہر مہینہ تمہارے روبرو ہونے سے پہلے میرے والد ماجد کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر اس میں سختی اور تباہی مقدر ہوتی ہے تو مکروہ صورت میں حاضر ہوتا ہے اور نعمت اور خیر مقدر ہوتا ہے تو اچھی صورت میں حاضر ہوتا ہے، جمعہ کا دن تھا اور جمادی الآخرہ ۵۶۰ھ کی پہلی تاریخ، مشائخ کی ایک جماعت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موجود تھی کہ ایک خوبصورت جوان رعنا حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں رجب کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام و تحیت نذر کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں کوئی بدی اور سختی مقدر نہیں ہے اور واقعی اس ماہ رجب میں خیر اور بھلائی کے سوا لوگوں نے کچھ نہ دیکھا، ب یکم رجب اتوار کا دن آیا تو ایک مکروہ صورت شخص حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام و تحیت کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں تباہیاں مقدر ہیں، بغداد میں کثرت سے موت واقع ہوگی، حجاز میں گرانی اور مہنگائی رہے گی اور خراسان میں قتل و غارت گری اور کشت و خون ہوگا، چنانچہ وہ شعبان کا مہینہ جب آیا تو اس نے جہاں جس تباہی کی خبر دی تھی، وہی واقع ہوئی، حضرت

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان میں چند دن بیمار رہے، سنیچر کا دن تھا، دسویں شعبان کی رات تھی، مشائخ کا ایک طبقہ حاضر خدمت تھا جیسے حضرت شیخ علی ہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ، ایک شخص مکمل وقار اور تمکنت کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں رمضان کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام وتہنیت پیش کرتا ہوں اور بہت معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس ظاہری دنیا میں میری آپ کے ساتھ آخری ملاقات ہے، میں آپ کو الوداع کہتا ہوں پھر وہ لوٹ گیا، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلے سال ربیع الآخر کے مہینے میں رحمت حق سے جا ملے، پھر آپ کو رمضان شریف میسر نہ آیا۔ [منبع الانساب قلمی، سید معین الحق جھونسوی]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال وجمال کے سنگم، رقیق القلب، نحیف الجثہ، متوسط قد، کشادہ سینہ، دراز ریش، پیوستہ ابرو، گندم گوں، بلند آواز اور خوش رفتار تھے، آپ طبعاً خاموش رہا کرتے، اپنے خلوت کدے سے باہر کم نکلتے، آپ کے کلام کی تیزی اور آواز کی بلندی سننے والے کے دل میں رعب اور ہیبت پیدا کرتی، آپ کے رعب جلال کے سامنے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوتی، خلیفہ وقت کو جب کسی حاجت مند کے سلسلے میں خط لکھتے تو یہ تحریر فرماتے ”عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے، تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔“ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کریمانہ، اخلاق نبوی کا عکس جمیل تھے، اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم اور باشوکت ہونے کے باوجود کمزوروں اور غریبوں کے درمیان تشریف رکھتے۔ فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھتے، ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی غلط قسم بھی کھاتا تو آپ اس کا یقین فرما لیتے اور اپنے علم وکشف کو ظاہر نہ فرماتے بشرطیکہ وہ بات شریعت کے مزاج کے خلاف نہ ہوتی، اپنے مہمانوں اور ہم نشینوں کے ساتھ دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی ظالموں، سرکشوں، نافرمانوں اور مالداروں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر اور حاکم کے دروازے پر جاتے، آپ کے اخلاق اتنے عالی تھے کہ اس وقت کے بزرگوں میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور وعدے کی پاسداری میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا، بعض مشائخ وقت فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم النفس، پاکیزہ اوصاف اور مہربان وشفیق تھے، ہم نشین کی عزت کرتے اور کسی کو مغموم دیکھ کر اس کی امداد فرماتے، ہم نے آپ جیسا فصیح وبلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔ [اخبار الاخیار، ص ۵۷]

مفتی عراق محی الدین ابوعبداللہ محمد بن حامد بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب اور نہایت درجہ کے خداترس، رعب دار اور مستجاب الدعوات شخص تھے، آپ کے چہرے سے مکارم اخلاق عیاں تھے، آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، برائی سے دور اور مقبول بارگاہ الٰہی تھے، جب کوئی محارم الٰہی کی بے حرمتی کرتا تو آپ نہایت سختی سے اس پر گرفت کرتے، آپ اپنے نفس کے لیے کبھی غصہ نہ کرتے اور نہ کبھی رضائے الٰہی کے سوا آپ کسی کی مدد کرتے، کسی سائل کو اگرچہ وہ آپ کے کپڑے ہی کیوں نہ لے جائے، کبھی واپس نہ فرماتے، اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی رہنما اور تائید خداوندی آپ کی معاون تھی، علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مودب کیا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہ خداوندی آپ کا سفیر تھا، انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی، سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یاد الٰہی آپ کا وزیر، غور وفکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھے، آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اسرار حقیقت آپ کا باطن تھا۔ [قلائد الجواہر، ص ۸۰]

خوف خدا سارے حسنات کی کلید اور ساری خوبیوں کا سرچشمہ ہے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے قرب الٰہی سے سرفراز ہونے کے باوجود کس درجہ خشیت الٰہی رکھتے تھے، اس کا اندازہ حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کی اس روایت سے ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے: اے مالک! بخش دے اور اگر میں مستحق سزا ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا، تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ [گلستان ۲/۷۶] ایمان کے مراتب میں سخاوت بہت اہمیت رکھتی ہے، حدیث پاک میں ہے: مومن بخیل نہیں ہوتا، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد درجہ سخی تھے، آپ نے خود فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ ذرا نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے، آپ نے کسی سائل کو محروم نہیں لوٹایا، غریبوں کی بڑی دلداری فرماتے، آپ نے خود فرمایا: میں نے تمام اعمال کی تفتیش کی تو کھانا کھلانے اور حسن خلق سے افضل میں نے کسی کو نہیں پایا، اگر میرے ہاتھ میں دنیا ہوتی تو میں یہی کام

کرتا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا رہتا۔ [قلائدالجواہر–ص۸۷]

شہزادۂ غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حج کیا، واپسی پر مقام حلّہ میں اترے تو فرمایا: اس جگہ سب سے غریب گھرانہ تلاش کرو، ویرانے میں ایک خیمہ ملا جس میں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ان کی بچی رہائش پذیر تھی، حضرت شیخ نے ان کی اجازت سے اسی جگہ قیام فرمایا: حلّہ کے رؤساو امراء نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے یہاں قیام فرمائیں مگر آپ نے منظور نہ فرمائی، عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انواع واقسام کے کھانے، جانور اور سونا چاندی کے نذرانے پیش کئے، حضرت شیخ نے سب کچھ اس بوڑھے کو عنایت فرما دیا اور خود صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ [زبدۃ الاسرار، ص۱۹]

ایک پریشان حال فقیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن میری ناداری کے سبب ملاح نے مجھے لے جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں کسی عقیدت مند نے تیس دینار کی ایک تھیلی لاکر پیش کی، حضرت شیخ نے اس فقیر کو دیدی اور فرمایا: ملاح کو دیدو اور اس سے کہو کہ آئندہ کسی فقیر کو مایوس نہ کرے اور اپنی قمیص بھی اتار کر اسے دیدی اور پھر بیس دینار میں وہ قمیص اس سے خود خرید لی۔ [قلائد الجواہر، ص۸۱] شیخ محمد قائدردانی قدس سرہٗ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی عظمت و بزرگی کا دارومدار کس بات پر ہے؟ آپ نے فرمایا: سچ بولنے پر، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا حتی کہ جب میں مکتب میں پڑھتا تھا تب بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، شیخ معمر جرادۃ نے فرمایا: میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیسا خلیق، وسیع حوصلہ، رحم دل، پابند قول وقرار، بامروت اور باوفا کسی کو نہیں دیکھا۔ [قلائدالجواہر ص۷۸]

عفوو درگزر اخلاق حسنہ کا اہم ترین حصہ ہے، جس کی تعریف قرآن حکیم میں وارد ہے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے نیازمندوں اور خدام کی خطاؤں سے درگذر فرماتے، ایک دن خادم سے بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ٹوٹ گیا، اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: از قضا آئینۂ چینی شکست، آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا: خوب شد سامان خود بینی شکست، علم اور زہد و ورع کے بارے میں جن کے آپ خود پیکر جمیل تھے، آپ نے فرمایا: پہلے علم پڑھو، اس کے بعد گوشہ نشین بنو، جو شخص بغیر علم کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے، اس کے جملہ کام بہ نسبت سدھرنے کے بگڑتے زیادہ ہیں، پہلے اپنے ساتھ شریعت الٰہی کا چراغ لے لو پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤ، زہد و ورع اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک یہ دس صفتیں اپنے نفس پر لازم نہ کر لی جائیں: ۱– زبان کا قابو میں رکھنا، ۲– غیبت سے بچنا، ۳– کسی کو حقیر نہ جاننا، کسی کی ہنسی نہ اڑانا، ۴– محارم پر نظر نہ ڈالنا، ۵– سچ بولنا، ۶– انعامات واحسانات الٰہیہ کا اعتراف کرتے رہنا تاکہ نفس خود پسندی اور غرور میں مبتلا نہ ہو جائے، ۷– راہ حق میں اپنا مال خرچ کرتے رہنا، ۸– اپنے نفس کے لئے بہتری نہ چاہنا اور کبر وغرور سے بچتے رہنا، ۹– پنج وقتہ نمازوں کی حفاظت کرنا، ۱۰– سنت نبوی اور اجماع امت پر قائم رہنا۔ [قلائد الجواہر، ص۲۰۲۔۲۰۵ ملخصاً]

سیدنا غوث اعظم ۵۰/سال تک مجرد رہے پھر سرکار دوعالم ﷺ کے اشارے پر آپ نے یکے بعد دیگر چار عقد فرمائے، حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نکاح کیوں کیا، آپ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا حکم نہیں فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ میں مدت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت کے مکدر ہونے کے خوف سے جرأت نہیں کرتا تھا، میں نے صبر کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آگیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں، جن میں سے ہر ایک مجھ سے کامل محبت رکھتی تھی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاف کی تعداد کے بارے میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں: ہمارے والد ماجد کی کل اولاد انچاس ۴۹ تھی، جن میں سے صاحبزادگان ستائیس تھے، باقی صاحبزادیاں تھیں۔ [قلائد الجواہر ص ۱۲۱۶] بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے منقول ہے کہ آپ نے سرکار غوث اعظم کے صاحبزادگان کی تعداد دس بتائی۔

مورخہ ۸/۹ یا ۱۰/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ اپنے محبوب رب کے وصال کی لذت سے شادکام ہوئے، وصال کے دن صاحبزادگان کو طلب فرما کر تقویٰ، طاعت الٰہی، توکل اور توحید پر ڈٹے رہنے کی وصیت کی، وعدۂ الٰہی پورا ہوا، قطرہ سمندر سے جاملا، رات میں تجہیز وتکفین کا اہتمام کیا گیا، بڑے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب قادری قدس سرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ قادریہ کے صحن میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی، ہندوستان میں آپ کا عرس قادری گیارہ ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے، جسے عاشقان غوث اعظم ''عید غوثیہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ □□□

(بقیہ ص ۱۳/ کا) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نماز، روزہ، حج، زکوۃ قبول نہ

فرمائے گا۔(۱) والدین کا نافرمان۔(۲) احسان جتانے والا۔ (۳) تقدیر کو جھٹلانے والا۔

۵۔عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال :اربع حق علی اللہ ان لا یدخلھم الجنۃ و لا یذیقھم نعیمھا :مدمن الخمر و اکل الربا، و اکل مال الیتیم بغیر حق، و العاق لوالدیہ۔ (الحاکم) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ چار افراد ایسے ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو نہ جنت میں داخل کرے گا اور نہ اس کے آرام کی لذت چکھائے گا۔ (۱) ہمیشہ شراب پینے والا۔(۲) سود کھانے والا۔(۳) یتیم کا مال بغیر حق کھانے والا۔(۴) اور والدین کا نافرمان۔ (جاری)

(بقیہ ص ۱۴/کا) بلکہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرمان کے پیش نظر اُن کی برائیوں سے صرف نظر کر کے اچھائیوں پر نظر رکھنا اور اُن کی طرف مائل بہ محبت رہنا حکم نبوی ہے اگر ہر مسلمان مرد سچے دل سے اس روش کو اپنا لے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہر گھر میں خوشحالی کا ڈیرہ نہ ہو بے شک حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت سے صنف نازک بھی فیضیاب ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین جو ہیں۔۔بے شک

ابر جود و عطا کس پہ برسا نہیں
تیرا لطف و کرم کس نے دیکھا نہیں
کس جگہ اور کہاں تیرا قبضہ نہیں
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام□□□

(بقیہ ص ۴۴/کا) قبلہ کے حکم پر راجستھان کی راجدھانی اور خوبصورت شہر جے پور کی ایک مسجد میں امام و خطیب کی حیثیت سے چند مہینے خدمت انجام دئے، اس کے بعد ضلع فیض آباد کا مشہور قصبہ بھدرسہ میں دارالعلوم اہل سنت مخدومیہ لطیفیہ میں تقریباً ۱۶ رسال تک درس و تدریس کی خدمت پر مامور رہے، اس کے بعد دارالعلوم عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے آج بھی اسی ادارہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں، تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف کتب اور مسلک و مذہب کے تبلیغ کا بھی کام کر رہے ہیں۔

آپ کی دیگر تصنیفات میں ماہ محرم کی فضیلت، ماہ صفر کی فضیلت، ماہ شعبان کی فضیلت وغیرہ کتب شامل ہیں، آپ کو تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہے۔□□□

(ص ۱۵/کا بقیہ) سے ایک شاندار تقریب کا آغاز ہو چکا ہے، اس تقریب کی ابتدا آج مورخہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۶ رنومبر ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر حضرت الشیخ نور العلما عبد القادر علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور صلوۃ و سلام کے بعد ہوئی، فاتحہ خوانی کے بعد سعدیہ پروگرام ہال میں قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا اور پھر ایک شاندار تقریر مولانا عثمان سعدی کی ملیالم زبان میں (استاد جونیئر شریعت کالج) کی ہوئی، انھوں نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور خدمات ملک اور بیرون رملک کے کونے کونے میں قابل ستائش اور تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

انھوں نے مزید کہا کہ آپ کے خلیفہ کیرلا کے بھی ہوئے جو مفتی مذاہب اربعہ تھے جن کا نام علامہ احمد کویا شالیاتی ہے ان کی اعلیٰ خدمات کیرلا میں قابل رشک ہے، واضح رہے کہ یہ وہی علامہ احمد کویا شالیاتی تھے جن کی دو اولاد تھی، دونوں تو ہم پرست اور صلح کلی کی طرف راغب ہو گئے تھے تو علامہ علیہ الرحمہ نے اپنی جائداد کو دین کے نام پر وقف کر کے اپنی اولاد کو اپنی جائداد سے بے دخل کر دیا تھا، یہ محبت ان کے دل میں امام عشق و محبت نے ڈال دی تھی۔

یادِ رضا کا دوسرا اور آخری سیشن:

کیرلا جنوبی ہند کی عظیم درسگاہ جامعہ سعدیہ عربیہ میں طلبہ کی اجتماعی محنت و لگن سے منعقد" یادِ رضا" تقریب بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوئی، شعبہ حنفی کے صدر مفتی اشفاق احمد مصباحی نے خطاب کرتے ہوئے کہا: امام احمد نے اپنی صلاحیت کا لوہا اپنی بے پناہ خدمات کے ذریعہ منوایا ہے آج پوری دنیا میں اگر امام اہل سنت کو جانا جاتا ہے تو ان کی اعلیٰ خدمات کے سبب مخالفین رضا صرف اعلیٰ حضرت کی مخالفت نہیں بلکہ ان کی خدمات کا بدل پیش کریں۔

شعبہ عربی ڈپلومہ کے استاد مولانا عبد الطیف سعدی نے کہا امام احمد رضا کی جو علمی گیرائی تھی، اس حد تک ہر کسی کی رسائی نہیں، انھوں نے کہا امام احمد رضا کو جن علوم میں مہارت تھی، لوگ آج ان علوم کے نام بھی نہیں جانتے اور آپ نے اپنی معلومات کے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی، پروگرام میں جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا کے شریعت کالج، دعوہ کالج، حفظ کالج اور یتیم و مسکین کالج کے طلبہ نے شرکت کی اور شعبہ شریعت کالج کے حنفی طلبہ نے پروگرام کا انعقاد کیا۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی
استاد جامعہ سعدیہ عربیہ، کیرلا

مسئلہ اذان ثانی کا تاریخی پس منظر

چھٹی اور آخری قسط

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی *

اعلیٰ حضرت جب ان کج بحثیوں کی گتھیاں کھولتے ہیں، تو ہنسی آتی ہے کہ یہ مخالفین علم و دانش سے کس درجہ تہی دامن ہیں۔ پھر آپ نے قرآن وحدیث اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں مسجد کے تین اطلاقات کا ذکر کیا ہے اور مختلف نصوص کے ظاہری تضاد کو دور فرمایا ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کا سہارا لیا تھا کہ فقہ کی بعض کتابوں میں اس مسئلہ کو لفظ 'لاینبغی' سے بیان کیا ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ ایک غیر مناسب بات ہوئی۔ تو اس کے خلاف یہ واویلا کیوں؟ اعلیٰ حضرت نے 'ینبغی' کے معنی اور اس کے اطلاقات کی شہادتیں پیش کرنا شروع کیا ہے تو عالم یہ ہے: بع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

تیسرے مقالۂ قرآنیہ میں آیات کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ اندرونِ مسجد اذان دربارِ الٰہی کی بے حرمتی ہے اور مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع اور اس کو زمانہ کے عرف و دستور سے مؤید اور مضبوط فرمایا ہے۔

یوں تو پوری کتاب ہی آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ لیکن اس کا چوتھا شمامہ، جس میں مخالفین کے دلائل پر تنقید فرمائی ہے، علم و عرفان کا لہریں لیتا ہوا سمندر ہے۔ ایسے نکات، جس پر تمام مخالفین متحد ہیں، ان کی تعداد آپ نے پانچ بتائی ہے۔

۱ اذانِ خطبہ کے سلسلہ میں 'بین یدیہ' کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی سامنے اور متصل منبر ہے۔

۲ بعض عبارتوں میں 'عند' کا لفظ ہے۔ یہ تو بالکل پاس کے لئے ہی آتا ہے۔

۳ کچھ عبارتوں میں 'اذن علی منبر' کا لفظ آیا ہے۔ یہ اپنے معنی حقیقی کے لحاظ سے خاص منبر پر اذان ہونے کا مقتضی ہے۔ جو یہاں ناممکن ہے۔ لامحالہ قریب منبر مراد ہے۔

۴ اذان کے منبر کے پاس مسجد کے اندر ہونے پر دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

۵ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متوارث ہے۔

آپ نے پہلے 'بین یدیہ' کے لغوی معنی کی تحقیق فرمائی ہے۔ پھر قرآن عظیم کے ۳۸ مقامات سے لفظ 'بین یدیہ' کے محلِ استعمال اور معنی کی تفصیل فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ لفظ 'بین یدیہ' کے معنی صرف حاضر اور مشاہد کے ہیں اور مختلف محلِ استعمال کے اعتبار سے قرب وبعد کے مختلف مراتب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مسئلۂ دائرہ میں بحکمِ شرع اذان جب بیرونِ مسجد ہونا چاہیے، تو 'بین یدیہ' کے وہی معنی مراد لینے ہوں گے، جو اس حکمِ شرع سے متصادم نہ ہو۔

لفظ 'عند' کے لئے بھی لغوی، نحوی، عرفی، سارے ہی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کا معنی تو 'بین یدیہ' سے بھی عام ہے۔ تو اس سے مؤذن کے متصل منبر کھڑے ہونے کا ثبوت کیسے ہوگا اور یہی حال لفظ 'علی' کا ہے۔ تو اس موقف پر لفظ بین یدیہ، عند اور علی سب بے دست و پا ہیں۔ مخالفین کے دعویٰ اجماع پر بڑی دلچسپ گرفت فرمائی ہے۔ امام مالک اور ان کے بہت سے متبعین کے نزدیک اندرونِ مسجد اذان خطبہ مکروہ و بدعت ہے اور ائمۂ احناف کے اقوال ہم بیان کر آئے ہیں۔ تو کون سا اجماع ہے، جو ان ائمۂ کرام کے اختلاف کے باوجود متحقق ہو گیا؟۔

گر یہی بے خبری حضرت والا ہو گی
تار و پود پدری سب تہ و بالا ہو گی

ادعائے توارث کے جواب میں آپ نے توارث کی مختلف قسمیں، ان کے معانی اور احکام کی تحقیق فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ مسئلہ ما نحن فیہ میں تو توارث کی جڑ ہی منقطع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اس کے خلاف عملدرآمد تھا۔ پھر اس کو توارث سے کیا تعلق؟ یہ تحقیق اس لائق ہے کہ علاحدہ سے یاد رکھی جائے۔ دوسرے بہت سے مسائلِ شرعیہ کے حل میں اس سے مدد ملے گی۔ شاید غالب نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا تھا:

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مخالفین نے اعلیٰ حضرت کے ان قاہر دلائل سے زچ ہو کر ایک جذباتی بات کہی:

'اگر اذان اندرونِ مسجد خلافِ شرع ہے، تو یہ اذان لامعلوم صدیوں سے عالمِ اسلام میں اندرونِ مسجد رائج ہے۔ اس طویل عرصہ

* مقالہ نگار ممبئی میں مقیم مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

میں ہزاروں ائمۂ دین، علمائے ربانیین، بزرگانِ اسلام واولیائے کرام ہوگذرے۔ کسی نے اسے منع نہیں کیا۔ توکیا انہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا؟ آپ ہی سب سے بڑے عالم ہیں یا سب نے حق پوشی اور مداہنت فی الدین اختیار فرمائی اور آپ ہی سب سے بڑے حق گو اور دیندار ہیں؟'۔

اس جذباتی بات کا سیدھا جواب تو یہی تھا کہ منصوص مسائل کے خلاف کسی کے کلام یا خموشی سے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔ سند تو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام سے ہے۔ لیکن آپ نے اس کے بجائے نہایت شیریں اور سنجیدہ تحقیقی جواب دیا۔ جس نے بھڑکتے جذبات پر تسکین کا مرہم رکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

'اذان بیرونِ مسجد کا یہ کوئی تنہا مسئلہ نہیں ہے۔ تاریخ اسلام میں بار بار ایسے مواقع آئے ہیں کہ لوگوں نے احکام اسلام کو پس پشت ڈال دیا اور مدتین بیت گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کسی بندۂ خدا کو توفیق بخشی۔ جس نے اس دینی مسئلہ کے احیاء کی کوشش کی۔ اس درمیان بہت سے علماء آئے، جن سے کسی جدوجہد کا تاریخی ثبوت نہیں۔ ایسی صورت میں جدوجہد کرنے والے علماو مشائخ تو اجر و ثواب اور مدح وتحسین کے مستحق ہیں۔ لیکن خموش رہنے والے علمائے دین پر بھی کوئی الزام نہیں۔ ان کا عذر بھی معقول ہے۔

۱...... اہل حق غلط امور پر نکیر کرتے ہیں۔ لیکن ان نوایجاد امور کی اشاعت کے لئے حکومت اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتی ہے۔

۲... سرکش نفوس ان کے رواج دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

۳... علمائے دین یہ خیال کرتے ہیں کہ لوگ اتباعِ نفس میں ایسا گرفتار ہیں کہ ہماری بات سننے کو تیار نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں ہدایت کا حق ادا کر چکے۔ اب ہم خموش بھی رہیں، تو ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اور کچھ دنوں کے بعد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی توارث ہے۔

آپ نے تاریخ اور شواہد سے سب کی مثالیں پیش کی ہیں۔ پھر بڑے ہی متانت سے مخالفین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اس واقعی توجیہ میں ہمارا کوئی فائدہ تھوڑا ہی ہے۔ ہم نے اسے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں آپ کے بھی بہت سے علماو مشائخ اور اساتذہ کے سر سے امر بالمعروف نہ کرنے کا الزام دفع ہوتا ہے۔ اگر آپ کو یہ توجیہ پسند نہیں، تو آپ ہی کچھ کر کے دکھائیے۔ جذبات بھڑکانے سے کام نہیں چلے گا۔

مانو نہ مانو آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

متفرق دلائل میں مندرجہ ذیل سات باتیں مخالفین نے ذکر کیں ہیں:

۱... اثر جو یبر جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی اذان مسجد سے باہر دلائی اور فرمایا: یہ اذان ہم نے اس لئے ایجاد کی ہے کہ دور کے مصلیوں کو اطلاع ہو جائے اور اذان خطبہ کے لئے سامنے دینے کا حکم فرمایا اور کہا کہ یہ اذان عہدِ رسالت میں اسی طرح ہوئی تھی'۔

اس اثر سے یہ استدلال کیا کہ خارج مسجد کے مقابلہ میں لفظ سامنے سے بطور مفہوم مخالف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اذان داخلِ مسجد تھی اور زمانہ رسالت میں اس کا یہی دستور تھا۔

۲... طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک جھوٹھے کا تبرک لے کر اپنے علاقہ میں آئے۔ گرجا گھر کو ڈھایا اور اس زمین پر وہ مبارک پانی چھڑکا اور اسے مسجد بنایا اور اس میں اذان دی۔

۳...... حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اذان کا خواب دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے اذان کا طریقہ خواب میں دیکھا۔ آپ نے حضرت عبد بن زید اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ مسجد کی طرف جاؤ۔ یہاں مسجد کی طرف کا معنی مخالفین نے مسجد کے اندر قرار دیا۔

۴...... اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا۔ آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔ روایت ہے کہ وہ پتھر اس وقت حرم کے اندر مطاف میں تھا۔

۵...... آیتِ قرآنی ہے: **و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ**۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر ذکرِ الٰہی سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے اور اذان بلاشبہ ذکرِ الٰہی ہے۔ تو اسے روکنا کیوں نہ ظلم ہوگا۔

۶...... حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک غلط فہمی سے استدلال۔

۷... علامہ قہستانی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

'دوبارہ اذان خطیب کے سامنے دی جائے گی۔ یعنی منبر یا امام کے دائیں بائیں، دونوں متوازی جہتوں کے درمیان امام سے قریب۔ تو مؤذن زاویہ قائمہ، زاویہ حادہ اور زاویہ منفرجہ، جس میں کھڑا ہوگا، سبھی صورتوں میں امام کے 'بین یدیہ' ہوگا اور یہ زاویئیان دونوں جہتوں سے نکلے ہوئے خطوط سے پیدا ہوں گے'۔

اس عبارت پر پانچ مخالفین نے طبع آزمائی کی ہے۔

الف: ایک شخص نے کہا: قہستانی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے

کہ مؤذن اور خطیب کے درمیان من کل الوجوہ محاذات ضروری نہیں۔

ب: دوسرے نے قہستانی کے لفظ ’قعیبا منہ‘ سے سند پکڑی اور مؤذن کے بالکل متصل منبر ہونے پر استدلال کیا۔

ج: تیسرے نے، جو ایک طالبِ علم ہے، مؤذن کے قریب منبت ہونے پر ہی استدلال کیا اور ساتھ ہی ایک افتراء کیا کہ قہستانی کی عبارت میں لفظ ’قریبا منہ‘ سے پہلے ای عند المنبر ‘ کا لفظ بھی ہے۔

د: بقیہ دو نے اپنی ریاضی دانی کا ثبوت دیتے ہوئے قہستانی کے کلام کی یہ تقریر کی:

’مثلث کا وتر منبر کا عرض ہوگا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کا عرج دو ہاتھ تھا۔ اب اگر اس کے دونوں کناروں سے اتنے ہی دو بڑے خطوط نکال کر ایک مثلث متساوی الاضلاع بنے، تو اس مثلث کے تینوں زاویئے حادہ ہوں گے اور وتر اور زاویہ راس کے درمیان دو ہاتھ سے کم کا فاصلہ ہوگا اور اگر انہیں دو کناروں سے دو خط زاویہ حادہ سے نیچے ایسی جگہ ملا دیں کہ لفظ اتصال پر نوے ڈگری کا زاویہ پیدا ہو۔ تو یہ زاویہ قائمہ ہوگا اور اس کے اور وتر کے درمیان سابق الذکر سے بھی کم فاصلہ ہوگا اور زاویہ منفرجہ کی صورت میں دونوں کناروں سے پیدا ہونے والے خطوط کا نقطۂ اتصال زاویہ قائمہ سے بھی نیچے ہوگا اور زاویہ اور وتر کا فاصلہ اور بھی کم ہو جائے گا۔

اور بقول قہستانی مؤذن کے کھڑے ہونے کی جگہ انہیں تین زاویوں کے اندر ہے۔ تو لامحالہ مؤذن کا قیام منبر کے ملاصق ہوگا کہ وتر اور زاویہ کا فاصلہ دو ہاتھ سے بھی کم ہے اور انسانی قدم سوا بالشت کا ہوتا ہے۔ ہاں! زاویہ حادہ کو مسجد کے دروازے تک بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنی دوری پر اس زاویہ کی چوڑان اتنی کم ہو جائے گی کہ اس کے بیچ ایک پتلی لکڑی بھی نہ سما سکے۔ تو اس میں مؤذن کے دونوں قدم کیسے سما سکیں گے؟ اس لئے امکانی صورت وہی ہے، جو ہم نے اوپر تحریر کی اور اس صورت میں مؤذن کا ملاصق منبر ہونا ضروری ہے‘۔

۱... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اثر جویبر پر آٹھ رخ سے کلام فرمایا اور مخالفین کے استدلال کو تحت الثریٰ میں پہنچا دیا۔

☆... اثر کا لفظ ’سامنے‘ بطورِ مفہوم مخالف ہی سہی، متصل منبر کے معنی میں متعین نہیں کیوں کہ مسجد کے تین اطلاق ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا اور اذانِ اول بالاتفاق تینوں اطلاقات سے باہر دلائی گئی۔ تو اس کے اعتبار سے ’سامنے‘ کا مطلب دوسرا اور تیسرا اطلاق بھی ہو سکتا ہے۔ جس کے ہم خود مدعی ہیں۔

☆... یہ اثر حدیث ابن اسحاق کے مقابلہ میں پرِ کاہ کے بھی برابر نہیں۔ حدیث ابن اسحاق صحیح ہے اور یہ اثر منقطع۔ گویا: فرمن المطر وقام تحت المیزاب‘ والی صورت ہے کہ حدیث صحیح سے فرار اختیار کیا اور اثر منقطع کو تسلیم کر لیا۔

☆... ان بھلے مانسوں نے فتح الباری سے یہ اثر نقل کیا اور صاحب فتح نے اس پر جو جرحیں کی تھیں، ان سے صاف آنکھیں بچا گئے۔

☆... یہ اثر مشہور روایات کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس میں ہے کہ اذانِ اول کی ابتدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور یہ امر مسلم ہے کہ ایجاد و ابداء کا سہرا حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر جاتا ہے وغیرہ۔

۲... حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثوں کا جواب دینے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ خود ائمہ فقہ و حدیث نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسی حدیثوں میں ’فی المسجد ‘ کا مطلب ’فی حدود المسجد‘ ہے۔ لکراھة الاذان فی المسجد۔

[فتح القدیر و اتقان]

یہ ان صاحبوں کی کیسی دیدہ دلیری ہے کہ مسئلۂ اذان میں احناف کا مسلک معلوم، جن حدیثوں سے مسجد کے اندر اذان ہونے کا شبہ ہو، ائمہ کی طرف سے اس کا جواب معلوم اور خود حنفی ہونے کے مدعی۔ پھر بھی خلافِ مذہب پر اصرار بھی ہے۔

۳... یہی حال حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اس کے الفاظ تو یہ ہیں: **اخرج مع بلال الی المسجد**، بلال کے ساتھ مسجد کی طرف جاؤ اور ان مستدلین نے اس کو مسجد میں جاؤ بنا لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اخرج، اور یہ کہتے ہیں: **ادخل**، آپ نے فرمایا: **الی المسجد**، اور ان کی رائے ہے کہ: **فی المسجد**۔ ایسے ہی حضرات کے لئے فرمایا گیا: **یحرفون الکلم عن مواضعه**۔

۴... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان حج کرنے اور اس مقدس پتھر کے اس وقت مسجد حرام میں ہونے کے سلسلہ میں آپ نے ایک طویل بحث فرمائی ہے۔ جسے پڑھ کر مخالفین پر ترس آتا ہے کہ جب ان کی تفصیل معلوم نہ تھی، تو زبان کھولنا کیا ضروری تھا۔

۵... یوں ہی اذان کے ذکرِ الٰہی ہونے اور مسجد میں اس کے روکنے کی بحث بھی بہت دلچسپ ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ مخالفین نے اپنی کم فہمی سے ذکر اور رفعِ ذکر میں فرق نہیں سمجھا۔ مگر اعلیٰ

حضرت کی تفصیل سے یہ معلوم ہوا، یہ تجاہلِ عارفانہ ہے۔
۶...اب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلط فہمی کا حال ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکثر ماننے والوں کے نزدیک مسجد کے اندر خطیب کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے اور دیگر اذانوں کی طرح اس کو بھی منارہ پر دینا مسنون ہے۔ ان کے نزدیک روایتوں سے ایسا ہی ثابت ہے۔
مگر محققین مالکیہ کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک بھی اذانِ خطبہ خطیب کے سامنے ہی مسنون ہے۔ اپنے جمہور کے خلاف انہوں نے اسے حدیث ابن اسحاق سے استدلال کیا۔ مگر نام، بخاری کا لیا۔ کیوں کہ یہی روایت بخاری میں ہے۔ لیکن اس میں 'بین یدیہ' کا لفظ نہیں ہے۔ اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور مالکیہ کی تائید اور محققین مالکیہ کے رد میں یہ کہا کہ بخاری، جس کا نام ان حضرات نے 'بین یدیہ' کی تائید میں لیا۔ اس میں تو 'بین یدیہ' کا لفظ ہی نہیں۔
اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حدیث ابن اسحاق میں آئے ہوئے لفظ 'علی باب المسجد' سے جانب شمال کا کوئی دروازہ مراد نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ شمالی دروازہ، جو منبر کے سامنے تھا، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے ڈیڑھ سو سال پہلے بند ہو گیا تھا۔ اس لئے لامحالہ یہ دروازہ مشرقی یا مغربی دیوار میں رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں لفظ 'بین یدیہ' میں تعارض ہوا۔ ادھر حنفی ہونے کے ناطے ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ اذان خطیب کے محاذات میں ہونی چاہیے۔ اس لئے 'علی باب المسجد' اور 'بین یدیہ' کے درمیان تطبیق کے لئے فرضی احتمالات قائم کئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:
'ممکن ہے، عہدِ رسالت میں مسجد کے دروازہ پر اذان کے بجائے کوئی اعلان ہوتا رہا ہو اور وہی اعلان اذانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل ہو اور اذانِ خطبہ ہمیشہ خطیب کے سامنے دی جاتی رہی ہو، اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اذانِ اول کے بارے میں تو روایوں میں ہے کہ اس کی ایجاد حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے ہونے کا کیا مطلب؟ تو اس کے دفعیہ کے لئے آپ نے ایک اور احتمال کا سہارا لیا۔ ممکن ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری عہد میں اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ اعلان بند ہو گیا ہو۔ پھر حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے اذان کی صورت میں جاری فرمایا ہو اور اسی کو ایجاد سے تعبیر کیا ہو'۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احتمالات کے لئے نہ کوئی تاریخی شہادت فراہم کی، نہ احادیث سے ثبوت دیا بلکہ یہ احتمالات، جس تعارض کو دفع کرنے کے لئے بیان کیا تھا، خود وہ بھی تو سراسر غلط فہمی کی پیداوار تھا۔ کیوں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس ایک اذانِ خطبہ کے لئے ہی باب المسجد اور بین یدیہ، دونوں لفظ بول رہے ہیں، تو اس کو اعلان اور اذان دو الگ محل پر حمل کرنے کا کیا جواز؟ مگر ڈوبنے والے ہمیشہ تنکے کا سہارا لیتے آئے ہیں۔ کچھ یہی حال ان اذانی حضرات کا تھا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں: ملا علی قاری علیہ الرحمہ تصریح فرماتے ہیں کہ دروازہ پر اعلان ہوتا تھا اور منبر کے پاس خطبہ کی اذان ہوتی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اور علامہ قہستانی کی عبارت سے غیر ریاضی داں حضرات کا استدلال از قسم بین یدیہ و علی المنبر، عند المنبر اور قریباً منہ تھا۔ جس کا جواب گزشتہ اوراق میں بھرپور ہو چکا ہے۔ البتہ ریاضی داں حضرات کی نکتہ آفرینیوں پر آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے لئے پانچ مقدمات ترتیب دیئے ہیں۔ جس میں دو مقدمات لغوی اور فقہی مباحث میں ہیں اور تین مقدمات میں ریاضی کے اصول سے بحث کی ہے۔
پہلے مقدمہ میں آپ نے عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ بین یدیہ میں 'ہ' کی ضمیر کا مرجع خطیب ہے۔ اگر کسی عبارت میں منبر کی تصریح بھی ہے، تو وہاں مجازی اطلاق ہے۔ مراد اس سے بھی خطیب ہی ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ پس آپ نے جو منبر کی چوڑان کو مثلث متساوی الاضلاع کے وتر کی لمبان قرار دیا۔ اس میں آپ کو ترمیم کرنی پڑے گی اور وہ بجائے دو ہاتھ کے خطیب کے دونوں مونڈھوں کے بیچ کی چوڑان ہوگی۔ جو عموماً ایک ہاتھ مانی جاتی ہے اور اس پر جو مثلث زاویہ قائمہ والا یا زاویہ منفرجہ والا بنایا جائے گا۔ اس کے وتر اور زاویہ کے درمیان کی لمبان ایک بالشت اور اس سے بھی کم ہوگی اور انسان کا قدم ایک بالشت سے زائد ہوتا ہے۔ پس آپ کے مفروضہ کی بنیاد پر کہ 'یہ مثلث منبر سے متصل ہی بنائے جائیں اور مؤذن اس کے اندر کھڑا ہو، تو زاویہ قائمہ اور زاویہ منفرجہ کی صورت میں مؤذن اس کے اندر کیسے کھڑا ہوگا۔ جب اس کے اندر پاؤں رکھنے بھر جگہ ہی نہیں۔ حالاں کہ علامہ قہستانی کے قول کے بموجب تینوں زاویوں میں کھڑے ہو کر اذان دی جائے گی اور اسی کو انہوں نے اذان بین یدیہ خطیب مانا ہے۔
اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان تینوں مثلثوں کے مقام حدوث

میں بھی اور یہ جو آپ نے ان تینوں زاویوں کو ایک ہی خط وسطی مستقیم پر تلے اوپر فرج کیا ہے۔اس میں بھی آپ نے قہستانی کے بیانِ مراد میں غلطی کی ہے۔علامہ قہستانی نے دراصل یہاں مؤذن اور خطیب کا درمیانی فاصلہ بتانے کے لئے تینوں زاویوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔بلکہ وہ مؤذن کے خطیب کے استقبال کرنے کی حد بتانا چاہتے ہیں۔فاصلہ کی حد تو حدیث وفقہ سے متعین ہو چکی ہے کہ خارج مسجد ہے اور علامہ قہستانی بھی لفظ 'قریباً منہ' سے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔یہاں تو علامہ قہستانی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مؤذن کا خطیب کی ناک کے بالکل سیدھ میں خطِ وسط پر زاویہ قائمہ پر کھڑا ہونا ضروری نہیں۔اس کے دائیں بائیں جہاں زاویہ حادہ یا منفرجہ پیدا ہوں، وہاں بھی کھڑے ہوں، تو خطیب کے محاذی ہوں گے۔

جس طرح استقبالِ قبلہ کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ مکہ سے باہر والے ٹھیک سمتِ قبلہ سے ۴۵/۴۵درجہ کے اندر دائیں بائیں مڑ کر کھڑے ہوں، تب بھی وہ قبلہ کا ہی استقبال کرنے والے مانے جائیں گے اور ان کی اس طرح پڑھی ہوئی نماز قبلہ کے رخ پر مانی جائے گی۔آپ نے اوقلیدس کی عملی مثالوں سے اپنے بیان کی وضاحت کی ہے اور دعویٰ کو مقام اثبات تک پہنچایا ہے اور مخالفین پر حجت تمام کر دی ہے اور حق یہ ہے کہ جو شخص انصاف ودیانت اور غیر جانب داری کے ساتھ آپ کے بیان کا بغور مطالعہ کرے گا، تو محدث اعظمِ ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجدد مأ ۃ حاضرہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان وقلم کو حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت علامہ بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی علیہما الرحمۃ والرضوان کی طرح اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور انہیں خطا سے محفوظ کر دیا تھا۔ [المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر ص: ۴۸]

یہاں تک پہنچ کر اعلیٰ حضرت نے دعائے خاتمہ اور درود وسلام کے بعد آخری دستخط بھی فرما دیئے تھے: **قال بفمه و رقمه بقلمه احد کلاب باب القادری عبده احمد رضا محمدی حنفی السنی البریلوی غفر له** ۔اپنے منہ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا سگ بارگاہ قادریت اور اس کے ایک غلام احمد رضا محمدی حنفی سنی بریلوی نے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے، آمین۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات پر مخالفین کو بھی اطلاع ہوئی، تو ان حضرات نے پناہ کے لئے ایک نیا حیلہ تراشا اور ایک تحریر شائع کی کہ اہلِ بریلی نے قرب اور بین یدیہ کی تحقیق میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کا تعلق یا تو علمِ قرآن اور تفسیر سے ہے یا علمِ حدیث اور اس کی شروح سے ہے یا علمِ فقہ اور اصولِ فقہ سے ہے یا علمِ لغت ومتعلقات سے ہے۔لیکن مسئلۂ اذان میں ہم جو معنی مراد لے رہے ہیں، اس کا تعلق مزکورہ بالا کسی علم سے نہیں۔یہ معنی تو عوام کے عرف میں مراد لئے جاتے ہیں۔پس ان علوم کے مسلمات سے ہمارے مدعا کے خلاف استدلال کیسے صحیح ہوگا؟

منزل پر پہنچنے کے بعد فوراً سفر کس درجہ شاق گزرجاتا ہے۔مگر اعلیٰ حضرت کا اشہب قلم کیسا رخس راہوار ہے کہ اس کے لئے تنگی و ملال، شکستگی وکلال کا کوئی سوال ہی نہیں۔فوراً ہی آپ نے دس فل اسکیپ سائز صفحات کا ایک ضمیمہ بائیسویں نفحہ کے نام سے کتاب کے آخر میں شامل کر دیا۔ہماری زبان میں جس کا ابتدائیہ یوں ہے کہ پناہ کے لئے آپ نے لومڑی کا سوراخ ضرور تلاش کر لیا۔لیکن انسان کی سمائی بھلا کہیں لومڑی کے بل میں ہوئی ہے؟ اس تحریر نے تو خود آپ کی بنیاد ہی ڈھا دی۔کیوں کہ آپ کا یہ عرفِ خانہ زاد عوام جب کسی علم کے دائرے میں آتا ہی نہیں تو:

الف: آپ اس کو ثابت کیسے کریں گے؟۔

ب: پھر آپ نے اس کے ثبوت کے لئے مفردات راغب، کشاف اور مدارک کا حوالہ کیسے دیا؟

ج: یہ الفاظ احادیث وائمۂ فقہ کے کلام میں وارد ہیں۔تو جو معنی ان کے عرف میں ہیں، انہیں مردانہ لے کر عوام کے خود ساختہ عرف کو ان کے سر تھوپنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

اسی طرح کی سات آٹھ گرفتیں فرمائیں۔پھر نہایت تفصیل سے قرب کے معنی کی تحقیق، اس کے اقسام کا بیان، محلِ استعمال سے معنی کی تعیین کی آٹھ دس مثالیں اس خوش اسلوبی اور حسنِ بیان کے ساتھ آپ نے تحریر فرمائی ہیں کہ انصاف پسند پڑھنے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اس اعتراف پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ بے شک یہ تائیدِ الٰہی ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے'۔[۵۳]

احیائے سنت اور اشاعت سنت کا یہ مسئلہ بالآخر حاوی و غالب اور رائج ونافذ ہو کر رہا۔انانیت ونفسانیت کے زیر اثر وہ اختلاف، جو آندھی وطوفان بن کر اٹھا، سایۂ دیوار اور حباب وبلبلے کی طرح ہمیشہ کے لیے نیست ونابود ہو کر رہ گیا۔تاہم گاہے بگاہے اپنوں اور غیروں کی طرف سے یہ مسئلہ زیر بحث آ ہی جاتا ہے۔اس کی صرف دو مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

صدر الافاضل: حضرت صدر الافاضل سید شاہ محمد نعیم

الدین مرادآبادی اس مسئلے کے نہ صرف حامی و ناصر ہی تھے، بلکہ اس امر کے سرگرم وکیل و سرخیل بھی تھے۔ اس حوالے سے ان کا ایک استفتا بھی فتاوی رضویہ میں موجود ہے۔[۵۴] صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں اس مسئلے کی تائید وتصدیق کی ہے۔ لکھتے ہیں:

'اذان خطبہ ونیز تمام اذانیں خارج مسجد ہوں۔ کتب فقہ میں تصریح ہے :لا یؤذن فی المسجد اور ابو داؤد کی روایت سے واضح ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں اذان خطبہ خطیب کے مقابل دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی، یہی سنت ہے'۔[۵۵]

مذاکرۂ اجمیر شریف: حضرت علامہ محمد معین الدین اجمیری صدر المدرسین دار العلوم معینیہ اجمیر شریف اہل سنت کے ایک نامور عالم تھے۔ مگر اس مسئلے میں وہ اندرون مسجد کے قائل تھے۔ حضرت صدر الافاضل ایک دفعہ آستانۂ عالیہ اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ فاتحہ ودعا کے بعد علامہ اجمیری کی درسگاہ میں پہنچے اور اس مسئلے سے متعلق گفتگو فرمائی۔ صدر الافاضل کے طرز استدلال نے علامہ اجمیری کو زچ کرکے رکھ دیا۔ یہ علمی وفقہی گفتگو ۱۵ر محرم ۱۳۳۵ھ /۱۹۱۶ء کو ہوئی تھی۔ حضرت مفتی محمد عمر نعیمی، جو اس گفتگو میں شریک تھے، نے دونوں کے مکالمے کو قلم بند کرلیا اور 'دبدبہ سکندری' رام پور ۴ر دسمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں چھپوا دیا۔ تفصیل وہاں یا میری کتاب 'تین تاریخی بحثیں' طبع بمبئی، ۲۰۰۸ء، ص: ۴۵ تا ۵۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں چند حقائق کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

فاضل شاہ پوری کا تبصرہ: حضرت مولانا محمد علی اطہر شاہ پوری حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ خان رام پوری کے تلمیذ خاص تھے۔ صدر الافاضل اور صدر المدرسین علامہ محمد معین الدین اجمیری کے درمیان ہوئے اس مباحثے پر فاضل شاہ پوری کا علمی تبصرہ خاصا اہم ہے۔ اس تبصرے کے چند جملے یہ ہیں۔ فاضل شاہ پوری لکھتے ہیں:

'گرامی قدر صدر المدرسین [علامہ اجمیری] کا باوجود اطناب کلام ومزید تعدی بلا ضرورت نام وبلا نیل ومرام رہ جانا، کیوں؟۔ افسوس ناک مطالعہ نہیں، جب کہ بفحوائے سوال دلالت کرتا ہے کہ اذان خطبہ اندر مسجد خلاف محل وناقابل عمل ہے۔ جس پر روایت: لا یؤذن فی المسجد' دلیل اول ہے۔ وبفحوائے جواب از قسم نعم ولا سے ساکت۔ پس تطویل لا طائل و مدعائے جواب غیر ثابت۔ اس خصوص میں کاش اگر جناب صدر المدرسین صاحب اپنے عدم ملاحظۂ تصریح کا اقرار فرما ہوتے، تو بلا شک یہاں 'اقرار عدم العلم دلیل کمال العلم' اپنا نورانی جلوہ نمایاں کرتا'۔[۵۶]

ایک تردیدی بیان: مولانا محمد محی الدین حضرت علامہ اجمیری کے بھائی اور شاگرد تھے اور اس وقت وہ وہاں زیر تعلیم تھے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون اپنے بڑے بھائی اور استاذ کی حمایت اور صفائی میں لکھا گیا۔ جو 'دبدبہ سکندری' رام پور میں ۲۳ر اپریل ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ لچر پوچ باتوں پر مشتمل تھا۔ اس تردیدی مضمون کا تنقیدی جائزہ حضرت مولانا محمد عبد الخالق صاحب نے لیا۔

تنقیدی جائزہ: تنقید نگار حضرت مولانا محمد عبد الخالق صاحب لکھتے ہیں:

'درحقیقت یہ تحریر [مضمون مولانا محی الدین، مطبوعہ دبدبہ ۲۳ر اپریل] مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی تصدیق اور ان کی مجبوری کی دوسری دلیل ہے۔ ان کا تمام بحث کو چھوڑ کر ان فضولیات کو دلیل بنانا، مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی ایک بین دلیل ہے۔ مولوی محی الدین صاحب نے پانچ گھنٹے کے مباحثے کو دو چار لفظوں میں محدود کرکے واقعات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے، تو اپنے بھائی کی اعانت بھی ممکن نہ تھی'۔[۵۷]

ایک فیصلہ کن شہادت: سید شاہ نور محمد دیرینہ خادم آستانہ عالیہ اجمیر پاک بھی اس مجلس مذاکرہ کے ایک عینی شاہد ہیں۔ سید والا تبار لکھتے ہیں:

'چند ماہ زیادہ ہوئے کہ جناب مولوی معین الدین صاحب مدرسہ اجمیر شریف اور مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ اہل سنت مراد آباد کے درمیان مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف میں اذان ثانی جمعہ کے متعلق کئی گھنٹہ گفتگو رہی تھی۔ اول الذکر صاحب نہایت تشدد اور غضب ناک اور تعلی آمیز فقرات سے آخر تک کام لیتے رہے۔ برخلاف اس کے مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب نہایت درجہ حلم وبردباری سے سوال وجواب کرتے رہے۔ مدرس اول صاحب مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف نے کوئی مسکت جواب تو درکنار، آخر وقت تک ایک بھی ایسا جواب نہ دیا، جس سے ان کا مدعا پوری طرح ثابت ہوتا یا سائل کے سوال کا معقول جواب کہلایا جاسکتا۔ مدرس اول مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف کے آخر تک غصہ ناک لب ولہجہ سے ہر شریک جلسہ کو جو طلب حق کے لیے سراپا گوش بنا ہوا تھا، یہی ثابت ہوا کہ اول الذکر مولوی صاحب لاجواب ہوکر دفع الوقتی کی غرض سے اپنے تشدد وغیض سے کام لے رہے ہیں۔

خاکسار راقم الحروف اس جلسۂ مناظرہ میں اول سے آخر تک شریک تھا۔ اس کی پوری تفصیلی کیفیت ایک صاحب [مفتی محمد عمر

نعیمی] مناظرہ کے کچھ ہی [دن] بعد 'دبدبہ سکندری' میں شائع کرا چکے ہیں۔ کئی ماہ بعد اس کے برخلاف مولوی محی الدین صاحب طالب علم مدرسۂ معینیہ، جو مدرس اول صاحب کے حقیقی برادر ہیں، 'دبدبہ سکندری' میں اپنی تحریر شائع کرا کے مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کا ساکت ہونا تحریر کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اتفاق وقت سے جلسۂ مناظرہ میں جناب مولانا مولوی احمد حسین رام پوری ممبر کمیٹی مدرسہ معینیہ بھی موجود تھے۔ گفتگو کی مکمل کیفیت ان سے بخوبی معلوم کی جاسکتی ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش کی جائے کہ وہ 'دبدبہ سکندری' کے آئندہ کسی نمبر میں اس مناظرہ کی پوری کیفیت شائع کرا کے اہل سنت کو مطلع کریں گے'۔ [۵۸]

تصدیقاتِ حرمین شریفین: اس موضوع پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی سب سے اہم و وقیع معرکۃ الآرا کتاب 'شمائم العنبر فی ادب النداا مام المنبر' ہے۔ جس پر کما حقہ تبصرہ حضرت بحر العلوم مفتی محمد عبدالمنان اعظمی کے قلم سے گزر چکا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو اپنی جن تصانیف پر ناز تھا، ان میں سے یہ ایک ہے۔ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ اور مدرسہ منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی ۱۳۳۸ھ میں جب پہلی بار حج کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے، تو الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین کے ساتھ 'شمائم العنبر' بھی ہمراہ لے گئے تا کہ وہاں کے اہل علم سے استصواب رائے سے تصدیقات حاصل کی جائیں۔ مکہ مکرمہ سے لکھے گئے حضرت صدر الشریعہ کے مکتوب گرامی سے صرف دو اقتباس ملاحظہ ہو:

اقتباس اول: صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے مکتوب مکہ، محررہ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں لکھتے ہیں:

'یہاں کے علما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ جس نے سنا کہ یہ حضور کا کفش بردار ہے، اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کے دیدار کا مشتاق پایا۔ خصوصاً قاضی القضاۃ و شیخ علی مالکی و شیخ مرزوقی۔ قاضی القضاۃ کی خدمت میں چند بار دار الحکومت میں حاضر ہوا۔ نہایت خلیق اور ذی علم شخص ہیں۔ جب میں حاضر ہوتا، کھڑے ہو جاتے اور اعزاز کے ساتھ بیٹھاتے اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوق زیارت ظاہر فرماتے۔ پہلی ہی بار کی حاضری میں تو خادم سے فرمادیا کہ جب یہ شخص آئے، مجھے فوراً اطلاع دو۔ خلیل احمد [انبیٹھوی] یہاں اب تک ہے۔ مگر نہایت گمنامی کی حالت میں، نہ کچھ خباثت اس نے ظاہر کی، نہ ظاہر کرسکتا ہے۔ یہاں کے اکابر علما سے ایسا ہی سنا۔ والعلم عند اللہ۔ الدولۃ المکیہ علما کی خدمت میں پیش کردیا۔ قاضی القضاۃ نے ایک نسخہ اور طلب فرمایا تھا کہ شعر بیجنے کا انہوں نے ارادہ ظاہر فرمایا۔ کل وہ دوسرا نسخہ بھی دے آیا۔ کل 'براہین قاطعہ' بھی طلب فرمایا تھا۔ مگر وہابیہ کی تمام کتابیں جدہ میں رہ گئیں۔ اس واسطے کہ سامان کے لیے میں نے الگ اونٹ کیا تھا۔ مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا۔ مجبوراً تمام سامان جدہ میں چھوڑنا پڑا'۔ [۵۹]

دوسرا اقتباس: شمائم العنبر سے متعلق خاص حصہ، صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

'رسالہ مبارکہ 'شمائم العنبر' پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرمادی۔ مفتی شافعیہ، جنہوں نے سال گزشتہ میں خلاف کیا تھا، انہوں نے بھی مہر کردی۔ آج تک برابر اسی کوشش میں رہا اور تمام علما کے پاس جاتا رہا۔ بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اب کافی و وافی تصدیقات حاصل ہو گئیں'۔ [۶۰]

آہِ سرد: حضرت صدر الشریعہ نے جن تصدیقات کا ذکر کیا ہے، ان کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ اس لیے آہِ سرد کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیوں کہ 'شمائم العنبر' کے قلمی نسخے کی عکسی کاپی خاکسار کی تحویل میں ۱۹۹۰ء سے ہے۔ ابھی پندرہ برس پہلے اس عربی کتاب مستطاب کا اردو ترجمہ بحر العلوم مفتی محمد عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ جو ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈمی بمبئی نے طبع کیا ہے۔ ان مذکورہ تقاریظ کا تذکرہ نہ اس عکسی کاپی میں ہے اور نہ اس مطبوعہ کتاب میں۔ کاش! وہ تقاریظ دستیاب ہو جائیں، تو اہل علم کی مشام جاں معطر ہو جائے۔

المکالمہ فی اداء الاذان یوم الجمعہ: بنارس میں مولانا مفتی محمد ابراہیم ہوا کرتے تھے، جو خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کے زلہ ربا تھے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان مفتی موصوف کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے اکابر عقیدہ اور عمل، ہر دو محاذ پر شیرانِ اہلِ سنت کے سامنے کبھی ٹک نہ سکے۔ جب اکابر نہیں ٹھہر سکے، تو پھر اصاغر کو کون پوچھتا ہے۔ خیر یہ مفتی موصوف، جو وہاں بنارس کی جامع مسجد میں امام تھے، نے ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی داخل مسجد ہی درست ہے۔ یہی نہیں، انہوں نے ایک فتوی اشتہاری شکل میں شائع بھی کردیا۔ اس سے وہاں ایک نیا اضطراب پیدا ہو گیا۔ بنارس کے موجود علما اور با شعور خواص نے اس کی یہ تدبیر نکالی کہ مفتی موصوف کو کسی معتمد عالم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ رو بہ رو اور دو بہ دو ایک علمی مباحثہ و مذاکرہ کرادیا جائے اور یہ مذاکرہ تقریری نہیں، تحریری ہو۔ جس کی بات حق ہوگی، مجمع کو سنا دیا جائے اور اسی پر سب عمل کیا کریں۔

اس علمی مباحثہ کے لئے اہلِ بنارس نے محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی کا انتخاب کیا۔ ۲۴ر شوال ۱۳۷۶ھ/۱۴ر فروری ۱۹۵۷ء کی تاریخ تھی اور مجلسِ مذاکرہ کے لئے مسجد کولہوا، بجرڈیہہ، بنارس منتخب کی گئی۔ محدثِ اعظمِ ہند مقررہ وقت سے پہلے مقامِ مذاکرہ پہنچ گئے۔ جب کہ مفتی موصوف تاخیر سے آئے۔ مذاکرہ و مکالمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ افتتاحی تقریر محدثِ اعظم ہند نے کی۔ اس کے بعد مفتی موصوف نے جوابی تقریر کی۔ محدثِ اعظمِ ہند نے اس کا جواب دیا اور آیات واحادیث کے مدلولات، لغات اور عرف کے معانی اور اقوالِ فقہا کا دریا بہایا۔ اس کے جواب میں مفتی موصوف نے کچھ کہنا تو چاہا، مگر بات بنتے نظر نہیں آئی۔ محدثِ اعظمِ ہند نے تیسری اور آخری گفتگو کر کے قصہ تمام کر دیا۔ اندازِ جرح اور نرم اسلوبِ بحث اور دلائل کی قوت نے سب پر واضح کر دیا کہ یہ اذان مسجد میں مکروہ ہے۔ خارج مسجد ہی جائز و درست ہے۔ اسی علمی مگر تحریری مکالمہ کا نام ہے 'المکالمہ فی اداء الاذان یوم الجمعہ'۔

مجاہد ملت: انہیں ایام میں، جب یہ مسئلہ وہاں گرم تھا، مجاہدِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی اڑیسوی علیہ الرحمہ کسی ضرورت سے بنارس تشریف لے گئے اور 'اکلیل' اور کچھ کتابیں خریدنے کی غرض سے مفتی موصوف کے کتب خانہ پر بھی گئے۔ اس اثنا میں مسئلۂ اذان ثانی کی بحث چھڑ گئی۔ یہ ایک ضمنی بحث اور ضمنی مکالمہ تھا۔ مجاہدِ ملت سفری حالات میں تھے۔ مگر جب بحث ہوئی، تو مفتی موصوف کو جان چھڑانا مشکل ہی ہوگئی۔ کتابیں نکالنے اور دکھانے میں کترانے لگے۔ مجاہد ملت نے انھیں کتاب دِکھائی، دلیلیں دیں اور قائل کر دیا۔ ان تحریروں کو پڑھنے سے اندازا ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا علم کیسا حاضر تھا۔ دلائل وجزئیات پر کیسا عبور و کمال تھا اور اپنے حریف کا پانی اتارنے میں کیسا ملکۂ تامہ رکھتے تھے۔ جب مفتی موصوف کوئی معقول جواب نہ دے سکے، تو حضرت علامہ عبد الرسول محمد باقر علی خان اشرفی گیاوی، جو اس وقت مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس میں مدرس تھے اور حضرت مجاہدِ ملت کے ساتھ تھے، نے مجاہدِ ملت کے ایما پر یا ازخود دس سوالات قائم کئے اور مفتی موصوف کو بھجوا دیئے۔ ان سوالوں کے جوابات آج بھی مفتی موصوف پر قرض ہیں۔

ان تمام مباحث اور تفصیلات کے عینی شاہد اور قلم بند کرنے والے، اُس وقت کے طالبِ علم اور آج کے قاضی شہر بنارس حضرت مفتی غلام محمد یسین قادری رضوی ابھی باحیات ہیں، ان سے مل کر اس تاریخی مکالمہ ومباحثہ کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور پس منظر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مضامین کے ناقل کی حیثیت سے جب میں نے 'راقم الحراف محمد یسین عفی اللہ عنہ' دیکھا، تو براہِ راست فون کر کے معلوم کیا، تو کہنے لگے: جی میں وہی محمد یسین ہوں اور تمام بحثوں میں شامل رہا ہوں اور ان سارے مضامین کو میں نے ہی نقل کیا ہے۔

پھر بجرڈیہہ، بنارس کے مصلیانِ مسجد نے ایک استفتا مرتب کیا اور ہندوستان کے مختلف دار الافتا کو بھیج دیا۔ جو جوابات موصول ہوئے اور جہاں جہاں سے ہوئے، وہ سب اس تاریخی مکالمہ کے آخر میں ضم کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب میں درج ترتیب کے اعتبار سے ان مفتیانِ کرام اور مصدقین کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

☆... حضرت علامہ عبد الرسول محمد باقر علی اشرفی مدرس مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس
☆... مناظرِ اسلام محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی، نزیل خطۂ بنارس
☆... حضرت علامہ محمد عبد الرب، صدر مدرس مدرسہ نعمانہ فراش خانہ، دہلی
☆... حضرت علامہ محمد نعیم اللہ، مہتمم مدرسہ جامعہ حبیبیہ، الہ آباد
☆... حضرت علامہ محمد نعمت اللہ قادری، مدرس جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم، الہ آباد
☆... حضرت علامہ ابو سعید عبد الوحید فریدی، خانقاہِ رشیدیہ، شکر تالاب، بنارس
☆... حافظِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبد العزیز مراد آبادی، صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
☆... مناظرِ اسلام محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی، سرپرست اشرفیہ مبارک پور
☆... حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، نائب شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور
☆... بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
☆... حضرت علامہ قدیر احمد جیلانی، دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
☆... حضرت علامہ علی احمد، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
☆... حضرت علامہ شاہ خادم رسول قادری، صدر مدرس دار العلوم حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس
☆... حضرت علامہ محمد ثناء اللہ، صدر مدرس مظہر اسلام، مسجد بی بی جی بریلی
☆... حضرت علامہ محمد عبد الحی، مدرسہ حنفیہ مؤناتھ بھنجن
☆... غازیٔ دوراں حضرت علامہ سید محمد مظفر حسین کچھوچھوی
☆... خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد الہ آبادی
☆... حضرت علامہ محمد نعیم الدین چھپراوی

☆... حضرت علامہ ابوالوفا فصیحی، غازی پور
☆... حضرت علامہ سید محمد حبیب اشرف
☆... حضرت علامہ ربانی وجود القادری، باندہ/ جبل پور
☆... حضرت مفتی محمد عبدالرشید قادری، بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور
☆... حضرت مفتی محمد عبدالعزیز خان، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆... حضرت علامہ سید حمید اشرف، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆... حضرت مفتی غلام محمد خان، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆... حضرت علامہ سید محبوب اشرف، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆... حضرت سید قمر علی، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆... حضرت علامہ محمد سیف الرحمٰن قادری، بنارس
☆... مفتی اعظم حضرت مفتی محمد مظہر اللہ مجددی امام وخطیب شاہی جامع مسجد فتح پوری، دہلی
☆... حضرت علامہ محمد عبدالرب، صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ، دہلی
☆... حضرت مولانا اشرف احمد مجددی امام مسجد حضرت علامہ کرامت اللہ، دہلی۔[۶۱]

تائیدات و تصدیقات کا انبار: علمائے حرمین شریفین کی دو تقاریظ پیش کر دی گئی ہیں۔ ما بقیہ کی تلاش جاری ہے۔ سرکار بغداد کی تائید بھی حاضر ہے۔

علمائے ہندوستان میں: ساداتِ مارہرہ ☆ ساداتِ کچھوچھہ ☆ علمائے دہلی و آگرہ ☆ علمائے مراد آباد ☆ علمائے بریلی ☆ علمائے رام پور ☆ علمائے پیلی بھیت ☆ علمائے کان پور ☆ علمائے الہ آباد ☆ علمائے عظیم آباد ☆ علمائے کلکتہ ☆ علمائے اجمیر شریف وادوے پور راجستھان ☆ علمائے کاٹھیاوار و گجرات ☆ علمائے بمبئی و خاندیش ☆ علمائے ناگ پور و برار ☆ علمائے حیدر آباد و بنگلور۔

علمائے پاکستان میں ☆ علمائے لاہور ☆ علمائے پنجاب ☆ علمائے سندھ ☆ علمائے کراچی ☆ علمائے سرحد ☆ علمائے پشاور

علمائے بنگلہ دیش میں ☆ علمائے دیناج پور ☆ علمائے فرید پور ☆ علمائے سلہٹ ☆ علمائے میمن سنگھ گڑھ۔

علمائے افغانستان میں: علمائے کاشغر ☆ علمائے کابل وغیرہ۔

علمائے افریقہ میں: علمائے برٹش گائنا ☆ علمائے جارج ٹاؤن ☆ علمائے ویسٹ کوسٹ ☆ علمائے پیٹرزہال۔

خاتمۂ کلام: اس مضمون میں اس موضوع پر عالم اسلام کے علما وفقہا اور سادات ومشائخ کے فتاوے، تصدیقات، تائیدات، ارشادات اور اقوال کی محض ایک جھلک دِکھائی گئی ہے۔ جس سے یہ اندازہ لگالینا چنداں مشکل نہیں کہ امام احمد رضا کی شان تحقیق کیا ہے اور علمائے اسلام کی نظر میں ان کا پایۂ علمی کس سدرۃ المنتہی کی ہم سری کرتا ہے۔ یہاں تو ایک اجمال پیش کیا گیا ہے۔ تفصیل میری غیر مطبوعہ کتاب 'مسئلہ اذان ثانی: ایک مطالعہ' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات:

[۵۳] ماخوذ از مقدمہ :شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر، تصنیف عربی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ۔ ترجمہ اردو: بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مبارک پور، مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی ۲۰۰۰ء ص: ۳ تا ۱۹ [۵۴] احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، طبع لاہور، ۱۹۹۵ء، ۶/ ۵۰۴ [۵۵] ہفت روزہ 'دبدبۂ سکندری' رام پور، ۱۸ر مئی ۱۹۱۴ء، ص: ۳ [۵۶] ہفت روزہ 'دبدبۂ سکندری' رام پور، ۱۲ر مارچ ۱۹۱۷ء، ص: ۶ [۵۷] ہفت روزہ 'دبدبۂ سکندری' رام پور، ۲۱ر مئی ۱۹۱۷ء، ص: ۷ [۵۸] ہفت روزہ 'دبدبۂ سکندری' رامپور، ۲ر جولائی ۱۹۱۷ء، ص: ۸ [۵۹] الف: ماہنامہ 'الرضا' بریلی، ۱۳۳۸ھ، ب: خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، بطع بمبئی ۲۰۰۷ء، جلد اوّل، ص: ۱۶۶، ۱۶۷ [۶۰] الف: ماہنامہ 'الرضا' بریلی، ۱۳۳۸ھ، ب: خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، مطبع بمبئی ۲۰۰۷ء، جلد اوّل، ص: ۱۶۷ [۶۱] اس کی تفصیل کے لئے دیکھیے: کتاب 'المکالمہ از محدث اعظم ہند، مطبوعہ اراکین انجمن اشاعت الحق پانڈہ ولی، شہر بنارس، حاجی عبدالرحمٰن وحاجی بشیر الدین ساکنانِ بجرڈیہہ، بنارس، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۷۵ء

□□□

(بقیہ ص ۴۳ کا) اور حدیث میں یہ تعلیل قوی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض روایان حدیث نے البتہ کا معنی تین طلاق سمجھا ہو، تو اس نے یوں کہہ دیا ہو کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور اس نکتہ سے ابن عباس کی حدیث سے استدلال موقوف ہوجاتا ہے۔ (یعنی ابن عباس کی وہ حدیث جو محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں مرجوح ٹھہری تو قابل استدلال نہ رہی)

محمد بن اسحاق کی اس روایت میں جو یہ احتمال بتایا کہ بعض راویوں نے البتہ کو تین طلاق سمجھ کر تین طلاقوں کی روایت کر دی، بعینہ یہی احتمال محمد بن اسحق کی مستند دوسری روایت میں جس میں وارد ہوا کہ تین طلاقیں رسول ﷺ اور صدیق کے دور میں اور شروع خلافت فاروقی میں ایک شمار ہوتی تھیں نقل کیا اور اسے مقرر موثد فرمایا، حالانکہ پہلے اسی فتح الباری میں محمد بن اسحق کی تائید میں یہ روایت لائے اور یہ عبارت لکھی جو غیر مقلد صاحب نے اپنے کتابچہ میں تحریر کی اور غیر مقلد صاحب اس عبارت کو لکھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے کہ پھر جو اس پر اعتراضات ہوئے ہیں، حافظ صاحب پھر ان کے جوابات دے کر فرماتے ہیں: ویقوی حدیث ابن اسحق المذکور ما اخرجه مسلم الخ یعنی صحیح مسلم والی حدیث یعنی پہلی حدیث اس روایت کو قوی بناتی ہے۔ (کتابچہ غیر مقلد مذکور ص ۵۱)

□□□

اسلامیات

صنفِ نازک پر رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت سے دنیا کی کوئی شے محروم نہ رہی۔۔۔ آپ کی رحمت اور آپ کے اخلاق عالیہ نے ہر ایک کو اپنی آغوشِ رحمت میں لیا۔۔۔ اخلاقِ عالیہ' آپ کی صفت ہی نہیں آپ ﷺ کی رحمت کا ایک جز بھی ہے۔۔۔ آپ ﷺ نے مسلمان مردوں کی اصلاح و تربیت کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تربیت کے لیے بھی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی تھی کہ: ''عورت کا ایک بڑا فرض شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کے بعد ایک روز سرکارِ دوعالم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بعض قریش کی عورتیں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارا خاوند تو خود فقیر ہے، اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ: ''بیٹی! تیرا باپ فقیر ہے نہ تیرا خاوند فقیر ہے۔ خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر اسلام کے لحاظ سے تمام صحابہ میں اوّل ہے، علم میں ان سب سے افضل ہے اور تحمل اور نرمی میں ان سب سے بلند ہے۔ اللہ نے اہل بیت میں سے دو اشخاص کو پسند فرمایا ہے، ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے خاوند کو، ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ فرمانبرداری بجالانا''۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور پھر انہیں فرمایا کہ: ''اے علی! فاطمہ میری لختِ جگر ہے اس کو خوش رکھنا' مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے''۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر میں سخت مشقت فرمایا کرتیں، آگ و دھوئیں کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں' گھر میں خود جھاڑو دیتیں، خود چکی سے آٹا پیستیں یہاں تک کہ آپ کے دستِ مبارک میں چھالے پڑ جاتے۔ ایک روز تھکاوٹ سے پریشان ہو کر بے قراری میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی پریشانی عرض کرتے ہوئے ایک خادمہ کی درخواست کی تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں خادم عطا کروں یا خادم سے بہتر کوئی شے؟''

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے دریافت کیا: ''خادم سے بہتر کیا شے ہوسکتی ہے؟''

سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ رحمت بھرا جواب ارشاد فرما کر ان کی بے قراری پل بھر میں کافور فرمادی، فرمایا: ''ہاں! وہ یہ ہے کہ ہر روز ۳۳ رمرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ رمرتبہ الحمدللہ، ۳۳ رمرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر پڑھ لیا کرو یہ تمام ۱۰۰ رکلمات ہوجائیں گے، اس کے بدلے میں تم قیامت کے روز ضرور ایسی نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں لکھی پاؤ گی کہ اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کرو گی''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ نے تادمِ مرگ کسی بات سے سرتابی نہیں کی اور نہ مجھے ناراضگی کا موقع دیا اور میں نے بھی کبھی اُن کو آزُردہ خاطر نہ ہونے دیا۔۔۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شہزادی' خاتونِ جنت کا یہ طرزِ عمل سب خواتین کے لیے مثال ہے اور آخرت کے لیے ذریعۂ نجات بھی' کہ تکلیف کتنی ہی بڑی ہو' ہر حال میں صبر و شکر بجالانا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث شریف نقل کی ہے کہ حدیث میں ہے:

ایک زنِ خثعمیہ نے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے بتائیں کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے' کیونکہ میں زنِ بے شوہر ہوں، اس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں گی تو نکاح کروں ورنہ یونہی بیٹھی رہوں۔

فرمایا:۔۔۔ بیشک شوہر کا زوجہ پر یہ حق ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا عورت پر حق ہے کہ اس کی بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی' روزہ قبول نہ ہوگا، اور گھر سے بے اذنِ شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے' عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے' جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سن کر اُن بی بی نے عرض کیا:۔۔۔ ٹھیک ہے تو پھر میں کبھی نکاح نہ کروں گی'' (اس کا یہ جواب سن کر حضور اکرم رحمۃ للعالمین ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی)۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ: ''ایک بی بی نے دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فلاں

ہوں اور فلاں کی بیٹی ہوں۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:... ہاں میں نے پہچان لیا، اپنا کام بتاؤ؟

اس بی بی نے عرض کی:... مجھے اپنے چچا کے بیٹے' فلاں کے حوالے سے کام ہے۔

فرمایا:... میں نے اسے بھی پہنچان لیا۔ (یعنی اب تم اپنا مطلب بیان کرو)

اس بی بی نے عرض کی:...... یارسول اللہ! اس نے مجھے پیام دیا ہے، تو حضور میں چاہتی ہوں کہ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے! اگر وہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اس سے نکاح کرلوں۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:... مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہوئی، اور اگر انسان کو آدمی کا سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر جب باہر سے اس کے سامنے آئے تو اسے سجدہ کرے' کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے۔

یہ جواب سن کر وہ بی بی بولیں:... قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا' میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لوں گی"۔ (اس کا یہ جواب سن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ خاموش رہے)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "ایک صحابی اپنی صاحبزادی کو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا:... اپنے باپ کا حکم مانو۔

اس لڑکی نے عرض کی:... قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا' میں اس وقت تک نکاح نہ کروں گی جب تک حضور آپ یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا عورت پر کیا حق ہے!

اس کا جواب سن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:... شوہر کا عورت پر یہ حق ہے کہ اگر اُس کے کوئی پھوڑا ہو جائے' اور عورت اسے چاٹ کر صاف کرے، یا اُس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے' عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔

یہ سن کر اُس لڑکی نے عرض کیا:... قسم اس کی جس نے حضور آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میں کبھی شادی نہ کروں گی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے عورتوں پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے فرمایا: ... عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ، قدیم، جلد: ۵، مطبوعہ بمبئی، ص: ۴۸۵۔۵۸۵ ملخصاً)

حضرت اسماء بنتِ زید رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک مرتبہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے مَردوں اور عورتوں میں فرق کے حوالے سے سوال کیا کہ بعض ثواب کے کام وہ ہیں جو صرف مرد ہی کرتے ہیں تو کیا ہم عورتیں مردوں کے ساتھ اس اجر وثواب میں شریک نہ ہوں گی؟

اس پر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے شفقت بھرے جواب میں فرمایا کہ: "اگر عورت اپنے شوہر کی رضاجوئی اور موافقت و فرمانبرداری کرتی ہے اور فرائض زوجیت ادا کرتی ہے تو اُس کو بھی مرد کے برابر ثواب ملے گا"۔

معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری سے عورت' شوہر کے ہر نیک کام میں اس کے برابر ثواب کی مستحق بن جاتی ہے یعنی شوہر کی رضاجوئی میں ثواب بھی ہے اور دنیاوی واُخروی نجات بھی... پھر نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' خدا کی قسم عورت اپنے رب کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حقوق ادا نہ کرلے"۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے بیوی کے لیے شوہر کی رضا مندی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: "جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو' اللہ تعالٰی اُس عورت سے ناراض رہتا ہے"۔

یہ سب باتیں پڑھ کر عورتیں گھبرائیں نہیں! اسلام مساوات کا درس دیتا ہے سو ایسا ہرگز نہیں کہ حقوق زوجین کی بات ہو تو فرائض صرف بیوی کے ذمہ ڈال دیے جائیں اور مرد حضرات فارغ!... نہیں' نہیں! حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اگر عورت کو بحیثیت بیوی اُس کے فرائض کی ادائیگی کی تاکید فرمائی تو اُسے شوہر سے ملنے والے حقوق کی خوش خبری بھی سنائی ہے... چنانچہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ: "تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔ مسلمان مرد' مومنہ عورت کو مبغوض نہ رکھے اگر اُس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے تو دوسری پسند ہوگی یعنی سب عادتیں خراب نہ ہوں گی جبکہ اچھی بُری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب عادتیں ہی دیکھتا رہے بلکہ بُری عادات سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر رکھے"۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی یہ شفقت ورحمت' صنفِ نازک کے لیے بڑا اعزاز ہے کہ اُن کے شوہر محض اُن کی خامیوں کی بنیاد پر انہیں اپنی زندگی سے بے دخل نہیں کرسکتے **(بقیہ ص ۳۰ پر)**

فقہیات ... گزشتہ سے پیوستہ ...

۲

حضور تاج الشریعہ کے قلم حق رقم سے...

تین طلاقوں کا شرعی حکم

مجلس واحد کی تین طلاق:

بشر بن الولید نے ابو یوسف سے حکایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ تند خو تھا اور وہ کہتا تھا کہ تین طلاق کوئی چیز نہیں، اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ تین طلاقیں یکبارگی ایک شمار ہوں گی اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی جو انہوں نے داؤد بن الحصین سے روایت کی، انہوں نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو انہیں اس پر بہت رنج ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو طلاق کس طرح دی، انہوں نے عرض کی کہ میں نے اسے تین طلاقیں دے دیں، سرکار علیہ السلام نے کہا ایک ہی مجلس میں، انہوں نے کہا جی، سرکار علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ایک ہی طلاق ہوئی تو اس سے رجعت کرلو، اگر تم چاہو۔ رکانہ کہتے ہیں تو میں نے اس سے رجعت کر لی اور اس حدیث سے دلیل پکڑی جو ابو عاصم نے روایت کی ابن جریج سے، وہ راوی ہیں ابن طاؤس سے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ابو الصبہا نے ابن عباس سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور ابو بکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے شروع میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، انہوں نے کہا ہاں، اور بیشک لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں خبریں منکر ہیں، ہر ناظر منصف کو دعوت نظر وفکر ہے۔

احکام القرآن امام ابو بکر حصاص رازی کی عبارت جو ہم نے تفصیل سے لکھی، اسے دیکھئے اور ہمارے علماء اعلام کی دیانت و امانت کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے، پہلی نظر میں ہر منصف جان جائے گا کہ اثبات مدعیٰ میں ہمارے ائمہ کرام حق تحقیق ادا کرتے ہیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں ان امور کو جن سے دعوی پر زد پڑتی ہے نظر انداز نہیں کرتے، بلکہ انہیں بھی ذکر کرتے ہیں اور ان کا شافی جواب دیتے ہیں۔

دیکھئے امام حصاص رازی نے یکبارگی تین طلاق کے مسئلہ میں جمہور مسلمین کا موقف کتاب وسنت سے بہ تفصیل نام وتوضیح تمام ثابت فرمایا، پھر جب احادیث ذکر کرنے پر آئے تو ان احادیث کے ساتھ جو جمہور کا مستدل ہیں وہ حدیثیں بھی ذکر کردیں، جنہیں مسلمانان اہل سنت کے مخالفین ذکر کرتے ہیں اور ان دونوں کا جواب بھی یوں دے دیا کہ قد قیل ان ھذین الخبرین منکران۔ یعنی بیشک کہا گیا کہ یہ دونوں خبریں غیر معروف ومنکر ہیں اور ان دونوں کا منکر ہونا خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی، دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے جن سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہونے کا حکم فرمایا ہے اور یہ کہ خود اس عہد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے بعض صحابہ نے بیک دفعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکار نہ فرمایا، جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر آئے اور غیر مقلد کی خیانت سے پردہ اٹھا آئے۔ مزید برآں ان دونوں حدیثوں کے ضعف ونکارت پر یہ بھی شاہد ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جن سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں اس کے خلاف فتویٰ دیا، جیسا کہ گزرا اور اس کے خلاف روایت کی، جیسا کہ حدیث رکانہ کے طریق اول سے جس میں طلق امرأۃ البتہ وارد ہے، ظاہر ہے اور راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے کما صر صحابہ۔

اسی لئے امام ابو بکر جصاص رازی علیہ الرحمۃ ان دونوں خبروں کے منکر ہونے کا افادہ فرمانے کے بعد بطور دلیل فرماتے ہیں :

و قد روی سعید بن جبیر و مالک بن الحارث و محمد بن ایاس و النعمان بن أبی عیاش کلھم عن ابن عباس فی من طلق امرأتہ ثلثا أنہ عصی ربہ و بانت منہ امرأتہ۔ یعنی سعید بن جبیر مالک بن حارث محمد بن ایاس اور نعمان بن ابی عیاش ان سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتوی پر غیر مقلد کے الفاظ میں تبصرہ کردیں۔

یہ حدیث اگر چہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکما مرفوع ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد اس مساغ یا دخل نہیں ہے، کیونکہ

ایسا قطعی فیصلہ نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے الخ صفحہ ۱۹ ؍شرعی طلاق۔

یہ الفاظ ایک حدیث بحوالہ سنن ابوداؤد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کر کے غیر مقلد نے تحریر کئے ہیں، وہاں بھی غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور جھوٹ سے پیٹ بھرا ہے، اس کی نقاب کشائی تو بعد میں ہوگی، یہاں ہمارے ائمہ اعلام کی دیانت کا جلوہ دیکھنے کے بعد غیر مقلد کی خیانت و دروغ گوئی کا مکروہ چہرہ دیکھئے۔

حدیث رکانہ جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جس کو امام ابوبکر جصاص رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ذکر کیا اور اس سے پہلے رکانہ ہی سے مروی وہ حدیث ذکر کی، جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی، غیر مقلد نے وہی تین طلاقوں والی بحوالہ ''مسند امام احمد'' ذکر کی کہ اسے مفید مدعی پایا اور دوسری حدیث طلاق البتہ والی جسے خود ابوبکر جصاص رازی نے اس ''احکام القرآن'' میں جس سے یہ بارہا سند لایا ہے اور ترمذی و ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، صاف اڑا گیا کہ مضر مدعی تھی، پھر منہ بھر کر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ : ''اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں۔'' (اعلام الموقعین ابن القیم ج ۴ شرعی طلاق ص ۱۴)

اقول مسند امام احمد میں یہ حدیث ضرور ہے مگر افادۂ تصحیح کا نشان نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اور روایت اس کے خلاف ہے، جو اس کے عدم صحت بلکہ نکارت کی دلیل ہے، بلکہ خود امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ اس پر نہیں بلکہ ان کا فتویٰ وہی ہے جو جمہور مسلمین کا ہے بلکہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدیں تو یہ بھی سنت کے موافق ہے۔

جامع ترمذی میں ہے :قال بعضهم ان طلقها ثلثا و هی طاهر فانه یکون للسنة ایضا و هو قول الشافعی و احمد و قال بعضهم لا یکون ثلاثا للسنة الا أن یطلقها واحد۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلثا فقال الشافعی و مالک و ابو حنیفة واحمد و جماهیر العلماء من السلف و الخلف یقع الثلاث وقال طاؤس و بعض اهل الظاهر لا یقع بذالک الا واحدة الخ:

پھر امام ترمذی نے وہ حدیث ذکر ہی نہ کی جس میں رکانہ کا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا مذکور ہے، بلکہ وہ حدیث رکانہ لائے ہیں جس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے اور اسے ذکر فرما کر فرمایا کہ ''لا نعرفه الا من هذا الوجه'' یعنی اس حدیث کو ہم اس سند کے سوا کسی اور سند سے جانتے ہی نہیں، تو یہ صاف اس امر پر دلالت ہوئی کہ یہ حدیث اس سند سے جو ترمذی وغیرہ نے ذکر کی معروف ہے، اور دوسری طریق سے منکر ہے، جیسا کہ احکام القران سے گزرا، پھر غیر مقلد کا یہ حدیث دوسری سند سے لانا جسے ترمذی نے لا نعرفہ (ہم نہیں جانتے) فرمایا اور یہ کہنا کہ امام ترمذی نے اسے صحیح بتایا کتنا بڑا بہتان ہے، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

ابھی غیر مقلد صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ جاری ہے، فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی سے اپنی اس حدیث منکر کی تائید میں نقل کرتے ہیں کہ :وهذا الحدیث نص فی المسئلة لا یقبل التاویل۔ یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے، کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ (شرعی طلاق ۱۶)

واقعۂ حضرت رکانہ:

اب ہم فتح الباری سے علامہ ابن حجر کا کلام اس حدیث کے بارے میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، جس سے صاف معلوم ہوجائے گا کہ غیر مقلد نے کیا چھپایا اور کیا آشکار کیا۔

علامۂ ممدوح فتح الباری میں فرماتے ہیں: وهذا الحدیث نص فی المسئلة لا یقبل التاویل الذی فی غیره من الروایات الا فی ذکرها و قد اجابوا عنه باربعة اشیاء۔ (ص ۶۱۳، ج ۹، فتح الباری)

یعنی یہ حدیث جسے محمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور اس سے استدلال کیا، اس مسئلہ میں نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو اس کے سوا دوسری روایات میں ہے جن کا ذکر آرہا ہے اور علما نے اس کے چار جواب دیئے۔

دیکھئے غیر مقلد صاحب نے فتح الباری کی عبارت سے وہ فقرہ جو بالکل مذکورہ عبارت سے متصل و مرتبط تھا صاف اڑا دیا اور ابن حجر پر یہ جڑ دیا کہ انہوں نے کہا کہ کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے، پھر یہ تو سیاق کلام سے خود ظاہر ہے کہ ابن حجر نے یہ بات اپنی طرف سے نہ کہی، بلکہ محمد بن اسحاق کی حمایت میں جو کہا جا سکتا ہے اسے لکھ دیا اور آگے چل کر تو محمد بن اسحاق کی اس روایت ہی کو مرجوح بنا دیا اور رکانہ ہی سے مروی طلاق البتہ والی حدیث کو صاف راجح بتایا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :الثالث أن أبا داؤد رجح ان رکانة انما طلق أمرأته البتة کما أخرج هو من طریق آل بیت رکانة و هو تعلیل قوی لجواز أن یکون بعض رواته حمل البتته علی الثلاث فقال طلقها ثلثا فبهذه الکنه یقف الاستدلال بحدیث ابن عباس۔ (ج ۹)

یعنی تیسرا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی جیسا کہ انہوں نے اہل بیت رکانہ کی سند سے خود یہ حدیث روایت کی، (بقیہ ص ۳۹ ؍پر)

سخن در سخن

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے بھیجنا ضروری ہے۔

نام کتاب:- انوارِ ہدایت

مصنف : مولانا حافظ مفتی صوفی محمد صابر القادری فیضی

صفحات : ۹۲

قیمت : ۱۲۰

مبصر : مفتی محمد ابو طالب نوری فیضی *

تصنیف و تالیف بڑا دشوار اور کانٹوں بھرا راستہ ہے قدم قدم پر بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، دن بدن لوگوں کی علمی اور تصنیفی رشتوں سے دوری بڑا ہی نقصاندہ ثابت ہو رہا ہے اور اگر کوئی مخلص اور ہمدرد قوم و ملت قلم اٹھاتا بھی ہے تو لوگوں کی طرف سے ناقدری اور ان کا سرد جذبہ قلم کے مجاہد کے حوصلہ کو پست کر دیتا ہے۔

اس دور میں ہماری قوم کا عجیب حال ہے کہ آگے بڑھنے کا جو صلہ بالکل پست ہو چکا ہے۔ بلکہ ہر میدان میں ہم لوگ پیچھے رہنے کے عادی ہو چکے ہیں نیز غفلت و سستی کے اس قدر شکار ہو چکے ہیں کہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ تو ہم کیا بچا پائیں گے ان پر ماتم اور افسوس کرنے کا بھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

ہمارے اسلاف کی خدمتِ دین کے تعلق سے اس قدر عظیم قربانیاں ہیں کہ اگر مکمل تاریخ بشکل کتاب قوم کے سامنے پیش کر دی جائے تو پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اور پوری جماعت اہل سنت آپسی اختلاف و انتشار کو پس پشت ڈال کر کندھے سے کندھا ملا کر ایک ہی راستہ پر چلتی نظر آئے گی، مگر کتنی مطبوعہ کتابیں دو بارہ نہ چھپ سکیں اور کتنے مضامین جن سے قوم کی تقدیر سنور جاتی ضائع ہو گئے اور جو قلیل مقدار میں بچے بھی ہیں وہ جن کے پاس ہیں وہ چھاپنا نہیں چاہتے، کسی بھی موضوع کے تعلق سے تصنیف و تالیف کم دشوار کام نہیں ہے۔

مگر حوصلہ مند مردوں کے لئے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے پھر وہ عالم دین جس کا نازک دل قوم کی بدعملی اور بے راہ روی کو دیکھ کر ہر وقت تڑپتا رہتا ہو وہ کس طرح سکون سے بیٹھ سکتا ہے بلکہ وہ جلد از جلد قوم کی اصلاح کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرتا ہے۔ اسی لئے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مولانا نے ایک بہت ہی شاندار کتاب مرتب کر کے قوم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

اس کتاب میں دنیا اور آخرت میں کامیابی کے ایسے ایسے نسخے ہیں کہ اگر مسلمان ان نسخوں کو استعمال کر لے تو عروج و ارتقا کی منزلوں کو آسانی سے طے کرے گا، مثلاً درود پاک کی فضیلت، خوف خدا سے فائدہ، نجات کا ذریعہ کیا ہے، امانت داری، مومن و منافق کا فرق، ترک حرام کے برکات، غرور و گھمنڈ کا نقصان، لمبی اور جھوٹی امیدوں سے پرہیز، لمبی لمبی امیدوں کے تعلق سے مولانا فیضی صاحب نے ایک بڑی عبرت آموز حدیث اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ تحریر کرتے ہیں کہ فرمانِ نبوی ہے اس امت کی اولین نیکی زہد اور یقین کامل ہے اور اس کی ہلاکت کا آخری سبب بخل اور جھوٹی امیدیں ہیں اس طرح سے پوری کتاب آقا ﷺ کے پیارے پیارے اقوال سے مملو ہے، اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سارے مضامین نہایت سلیس اور آسان زبان، مختصر مگر حوالہ جات سے مزین اور نہایت ہی عمدہ ہیں اہل علم حضرات کو چاہئے کہ اس نایاب اور ایمان و عقیدے کو سنوارنے والی کتاب کو ضرور پڑھیں بالخصوص مقررین اور طالبان علوم نبویہ اس کتاب کے مضامین کو ازبر کر کے قوم تک پہنچائیں، انشاء اللہ اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

فاضل مصنف حضرت علامہ مفتی محمد صابر القادری صاحب ایک باصلاحیت عالم و فاضل ہیں، معتبر و مستند مدرس ہیں سنجیدہ اور نکتہ رس خطیب ہیں مجرب اور بالغ نظر مفتی ہیں، ایک حوصلہ مند اور پختہ ذہن مصنف ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں مرکز علم و ادب دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف سے سند فضیلت و افتاء اور دستار سے نوازے گئے، سند فضیلت کے علاوہ ہائی اسکول، منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل یوپی تعلیمی بورڈ الہ آباد، ادیب ماہر و کامل، معلم اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ایم۔اے۔ اردو مولانا آزاد یونیورسٹی حیدر آباد کی ان تمام سندوں سے بھی مالا مال ہیں۔

فراغت کے بعد سے ہی درس و تدریس اور افتاء کے منصب پر فائز ہیں تقریر و تحریر سے بھی ایک گونہ شغف رکھتے ہیں، فاضل مصنف کی زبان و اسلوب میں کھردرا پن بالکل نہیں ہے، بلکہ تحریر میں شگفتگی روانی ادبیانہ رنگ اور مؤدبانہ لب و لہجہ، دل و نگاہ کو خیرہ کرتا دکھائی دیتا ہے، حسن اخلاق کا تو پوچھنا ہی کیا ایک مرتبہ جو بھی شخص ملاقات کر لیتا ہے اس کے دل میں ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے کہ کاش دوبارہ بھی ملاقات ہو جاتی۔ اتباعِ سنت کا جذبہ تو کیا پوچھنا لباس و کردار وضع و قطع ہمیشہ سنت کے مطابق ہوتا ہے، قومی و ملی خدمات کا جذبہ بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت میں ہر وقت تن من دھن سے کوشاں رہتے ہیں، فراغت کے بعد استاذ محترم حضور فقیہ ملت (بقیہ ص ۳۰ پر)

* تبصرہ نگار

چہ میگوئیاں

ماہنامہ سنی دنیا ایک تجزیاتی مطالعہ

از: مفتی محمد شمشاد حسین بدایونی*

مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب... السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
مزاج گرامی!

مولانا محمد رحمۃ اللہ صدیقی صاحب کی معرفت "ماہنامہ سنی دنیا" کا تازہ شمارہ بابت ربیع الاوّل/ دسمبر ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۶ء دستیاب ہوا، اس یادآوری کا شکریہ اور بہت بہت شکریہ! ماہنامہ "سنی دنیا بریلی شریف" کوئی محتاج تعارف نہیں، مذہبی صحافت میں ایک روشن مینار ہے، جس کی حسین کرنوں سے ہر چہار جانب اجالے پھیل رہے ہیں، یہ ماہنامہ حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی اور مولانا عسجد رضا خاں کی ادارت میں برسوں سے نکل رہا ہے، اس کے معاون مدیروں میں جناب عبدالنعیم عزیزی، مولانا شہاب الدین ازہری، مولانا یونس رضا اویسی رہے ہیں اور اب مولانا عبدالرحیم صاحب نشتر فاروقی اس کے ایڈیٹر ہیں، جن مدیروں کے اسمائے گرامی شمار کئے گئے ہیں، یہ سب کے سب اچھے اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں ان کی علمی ادبی اور فکری خدمات کا اعتراف ایک زمانہ کررہا ہے۔

اس وقت سنی دنیا کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت میں جو شخصیات شامل ہیں، وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں، قلم و قرطاس، فکر و شعور اور تدبر والے ہیں، ان میں ہر قسم کی سنامی لہروں سے معرکہ آرائی کی توانائی پائی جاتی ہے، یہ سبھی حضرات "مسلک اعلیٰ حضرت" کے حامی اور اس کے خدمت گار ہیں، میں ان حضرات کو بہت قریب سے جانتا ہوں، یہ لوگ عزم و حوصلہ کے ایسے پیکر ہیں اور ایسے قابل ترین نمائندہ ہیں جو آندھیوں کے رخ پر ہدایت کا چراغ جلانے کا ہنر جانتے ہیں، زمانہ کا کوئی فرد انھیں مانے یا نہ مانے مگر یہ اپنے فرائض کو انجام دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔

دسمبر ۲۰۱۶ء کا "سنی دنیا" خوب اور بہت خوب ہے، اس کا سرورق نہایت ہی خوبصورت، دیدہ زیب اور پرکشش ہے، اس پر مستزاد یہ کہ گنبد خضریٰ کا مینار اور خود مبارک گنبد دل و جاں میں، اتر جانے والا ہے، اسی ہرے رنگ میں سرورق کے اوپری حصہ میں "مسلک اعلیٰ حضرت" کو نمایاں کرنا اور پھر ماہنامہ سنی دنیا کو اس کے پاسبان کی صورت پیش کرنا، آپ کے فکر و تخیل کو نمایاں کرتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ دور حاضر میں "مسلک اعلیٰ حضرت" فرقہ ناجیہ کا امتیازی نشان ہے اور ماہنامہ سنی دنیا اس کا نقیب و پاسبان ہے، سرورق کو حالات حاضرہ کے تناظر میں پیش کرنا مدیر اعلی اور معاون مدیر کے کمال تخیل کو نمایاں کرتا ہے، میں اس پیش کش پر آپ کو اور آپ کے تمام معاونین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، خاص طور پر حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت، سرورق کے بائیں جانب پیلے رنگ میں جو عنوانات دیئے گئے ہیں، یہ سارے عنوانات ماہ مبارک ربیع الاوّل اور ہندوستان کے موجودہ حالات کی ترجمانی کررہے ہیں، اس شمارے کو جن باوقار اہل قلم حضرات نے اپنے فکر و تخیل سے زینت بخشی ہے، ان کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں:

مفتی نشتر فاروقی، مفتی شعیب رضا نعیمی، مفتی عسجد رضا خاں قادری، حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی، مفتی راحت خاں قادری، ڈاکٹر امجد رضا خاں قادری، مولانا کوثر امام قادری، مفتی محمد صابر القادری، ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، پروفیسر محمد اکرم رضا اور مولانا مناظر حسین، منظومات میں حضور حجۃ الاسلام، مولانا محمد سلمان رضا فریدی وغیرہ۔

اس رسالہ کے تعلق سے چند باتیں پیش ہیں:

☆... مولانا نشتر صاحب فاروقی! کسی بھی رسالہ کے لئے "اداریہ" اس کی جان اور روح ثابت ہوتا ہے، اصول صحافت کے اعتبار سے اداریہ میں صداقت، واقعیت، اصلاح سماج و معاشرہ، موجودہ حالات کے چیلنجوں کی تصویر کشی اور عوام و خواص کے ذہن و فکر میں مثبت انداز فکر پیدا کرنے کی ترغیب کا پایا جانا ضروری ہوا کرتا ہے یہ تمام عناصر آپ کے اداریہ میں پائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ کا "انداز بیاں" فکر و معقولیت پر مبنی ہے، آپ کے اداریہ کا عنوان ہے "مسلم پرسنل لاء میں مداخلت پس منظر و پیش منظر" جو سچائی کا آئینہ دار ہے، جیسا عنوان ہے ویسا ہی آپ کا اداریہ ہے، آپ کے اس اداریہ میں ترسیل کا جمال اور ابلاغ کا کمال پایا جاتا ہے، میں نے آپ کا اداریہ پڑھا جو میرے قلب و نظر کو بھا گیا، آپ نے آخر میں نجیب کا ذکر کر کے احتجاج کا جو رویہ اختیار کیا ہے بہت مناسب ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی گزارش کرتا ہوں کہ اس پر مزید کچھ لکھا جائے ممکن ہے، یہ احتجاج کہیں نہ کہیں رنگ لائے، کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

☆... مفتی شعیب رضا نعیمی کا مضمون "والدین کے ساتھ حسن سلوک!

* تجزیہ نگار اہل سنت کے مستند نقاد اور رضوی دارالافتا بدایوں کے مفتی ہیں۔

قرآن کی روشنی میں'' حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے ضرورت ہے کہ اس مضمون کو عام کیا جائے کہ اس وقت سماج میں اس کی سخت ضرورت ہے، میں نے سنا ہے حضرت مفتی صاحب بیمار چل رہے ہیں، میں ان کی صحت یابی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی جلد سے جلد انھیں رو بصحت کرے آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆...شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کی پیش کش بھی بہت خوب ہے کہ اس دور میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو علمائے کرام کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اس تحریک میں کچھ ایسے نفوس بھی شامل ہیں جن کے دامن پر شبنمی قطرات لوٹتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں، خدا کرے ان کا باطن بھی ایسا ہی ہوجائے، اس پیشکش کو جاری رکھا جائے کبھی نہ کبھی اس کا اثر تو ہوگا کہ ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

علمائے کرام کی فضیلت و افادیت اور ان کی انفرادیت کا اعتراف نہ کرنا نہایت ہی مضر امر ہے، اس کا انجام بہت زیادہ مہلک ہوا کرتا ہے، یہ کس قدر زبردست المیہ ہے کہ علمائے کرام کے خلاف تحریک چلائی جارہی ہے، ان پڑھ اور جاہلوں کو علمائے کرام کا لباس پہنایا جارہا ہے، اس تناظر میں حضرت قبلہ عسجد میاں کی پیش کش قابل ستائش ہے۔

☆...جب کبھی سیاست کی دنیا میں سنامی لہریں اٹھتی ہیں، حکومت کا رویوں میں کجی کا آنا شروع ہوجاتا ہے اور صحافت کے ذمہ دار غیر واقعی صورت حال سے دوچار ہونے لگتے ہیں تو اس وقت اہل دل، اہل نظر اور صائب فکر کا قلم کام کرتا ہے اور اس کا بول ایسا اثر کرتا ہے کہ طوفانوں کی لہریں رک جاتی ہیں اور پھر عالم یہ ہوتا ہے کہ آندھیوں کے بھی رخ پر چراغ روشن ہوجایا کرتا ہے، اس وقت ہندوستان میں حالات بھی اسی طرح کے پائے جاتے ہیں، حضور تاج الشریعہ کے قلم سے نکلا ہوا رشحہ ''تین طلاقوں کا شرعی حکم''، کسی ہتھوڑے سے کم نہیں، عنوان کے ساتھ ہتھوڑے کی تصویر واقعی صورت حال کی آئینہ دار ہے، حضور تاج الشریعہ نے یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تینوں طلاقوں کے وقوع کو دلائل و براہین سے ثابت کرکے فرمایا ہے:

''فی الواقع ائمہ اربعہ اور جماہیر اہل سنت کا سلفاً خلفاً اس امر پر اجماع ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی، اس امر پر کسی معتد بہ کا اختلاف نہیں۔''

(ماہنامہ سنی دنیا دسمبر ۲۰۱۶ء ص ۱۲)

اس بارے میں غیر مقلدین کا نظریہ وموقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دیتا ہے تو تین واقع نہیں ہوں گی بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اس موقف پر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں جیسا کہ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

''مصنف (غیر مقلدین) نے کوئی دلیل صریح اس دعویٰ پر قائم نہیں کی کہ جب تین طلاقیں یکبارگی دی جائیں تو ہمیشہ ہر زمانے میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہ حکم اس کے طور پر اٹل ناقابل تغیر وتبدل، ہر زمانے میں واجب عمل ہے۔ کسی حدیث سے یہ نہیں نکلتا تو یہ صرف غیر مقلد کی ایجاد واختراع ہے۔ (سابق حوالہ وصفحہ)

ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں کبھی دفعتہً دی جاتی ہیں جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہے ''میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں'' اور کبھی الگ الگ دی جاتی ہیں جیسے ایک ہی مجلس میں کوئی اپنی بیوی سے کہے (میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں) ہم اہل سنت وجماعت کا موقف ہے کہ تینوں واقع ہوگئیں، اسی موقف کی وضاحت کے لئے حضور تاج الشریعہ نے عہد صحابہ کے معمول کا اس طرح ذکر کیا ہے آپ فرماتے ہیں

حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ و السلام المدرار وسیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد کرامت مہد اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوائل دور خلافت میں عرف یہ تھا کہ تین طلاقیں یکبارگی بول کر ایک ہی طلاق مراد لیتے تھے اور دوسری تیسری بار لفظ طلاق بولنے سے جملہ اولی کی تاکید مراد ہوتی تھی۔ (حوالہ وصفحہ سابق)

تین طلاقیں بول کر ایک طلاق مراد لینا یہ عرف ہے اور عرف ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا ہے اس میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے، یہی ردو بدل ''طلاق ثلاثہ'' کے بارے میں بھی ہوا عہد فاروقی ہی میں عرف بدل چکا تھا اور تین بول کر ایک ہی مراد لیا جانے لگا جیسا کہ قبلہ تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

پھر جب تبدل زمانہ سے عرف بدلا اور لوگ قصداً وارادۃً تین طلاقیں ازراہ عجلت یکباری دینے لگے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرف حادث اور دستور جدید کا اعتبار فرمایا اور تینوں طلاقیں واقع ہونے کا حکم دیا اور اس پر اسی عہد مبارک میں تمام اہل علم کا بلا نکیر منکر اتفاق ہوگیا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ قرارداد مجمع صحابہ میں ہوئی اور کسی صحابہ کا انکار منقول نہیں ہوا بلکہ تابعین عظام پھر ائمہ اعلام کے زمانے میں بھی یہ حکم احکم مقرر رہا اور یہی ائمہ کرام کا مذہب مہذب قرناً فقرناً متوارث چلا آرہا ہے جس سے روشن کہ اس پر ہر زمانے کے ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے اور یہی سواد اعظم ہے جس کی

پیروی کا حدیث پاک میں حکم فرمایا گیا تو اس کا خلاف اجماع امت کو توڑنا صراط مستقیم سے منہ موڑنا، جہنم کی راہ لینا اور گمراہی وضلالت ہے۔(حوالہ سابق)

حضور تاج الشریعہ کی اس مذکورہ عبارت سے مسئلہ واضح ہے کہ غیر مقلدین کا موقف کسی صورت میں لائق اعتنا نہیں، اس کے باوجود یہ گمراہ افراد مسلمانوں کے مابین اپنے غلط موقف کا پرچار کر رہے ہیں، اس لئے ضرورت ہے سماج و معاشرہ کا سنجیدہ طبقہ اہل سنت و جماعت کے موقف کو اختیار کرے اور اسی پر عمل کرے اگر کسی کو مزید معلومات کی حاجت ہو تو حضور تاج الشریعہ کے رشحات قلم جو ماہنامہ سنی دنیا میں شائع ہوئے ہیں کا مطالعہ کرے۔

اس تحریر پر تنویر میں بہت کچھ ہے، قرآن مقدس کی مبارک آیتیں ہیں، احادیث پاک ہیں جو اہل سنت و جماعت کے موقف کی تائید کر رہی ہیں، غیر مقلدین نے قرآن و حدیث کے خلاف موقف اختیار کرنے میں کہاں کہاں خیانتیں کی ہیں ان خیانتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کچھ ایسی بھی ایرادات قائم کی گئیں ہیں جن سے غیر مقلدوں کا موقف کھوکھلا ثابت ہوتا ہے۔

اس وقت جب کہ مودی حکومت طلاق ثلاثہ کا سہارا لے کر شریعت میں مداخلت کرنے کی کوشش کر رہی ہے حضور تاج الشریعہ کے قلم مبارک سے نکلی ہوئی تحریر اس کا دندان شکن جواب ہے اور وہ نام نہاد مسلمان جو مودی حکومت کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ان کے لئے دعوت فکر ہے، وہ اس مضمون کو پڑھیں اور اپنے قلب مضطر کو چین وسکوں پہونچائیں، مسلمانوں کے لئے قرآن و حدیث کا فرمان ہی بس ہے۔

☆...احوال وطن کے تحت مولانا راحت خاں قادری کا مضمون ''یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش'' نہایت ہی تحقیقی، علمی، فکری اور تجزیاتی مضمون ہے اس مضمون کو خود میں نے دلچسپی سے پڑھا اور اپنے ملنے جلنے والوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیا، مولانا نے اپنے فکر و تخیل کے گلستاں میں ذیلی عنوانات کے ایسے لالہ وگل کھلائے ہیں کہ ہر گل کا نیا رنگ ہے نئی خوشبو ہے اور نیا ماحول ہے، مولانا نے اپنے خیالات کو قلم بند کرنے سے پہلے ایک پس منظر کی تشکیل کی ہے، جو ہندوستان کی آزادی میں عمومی طور پر مسلمانوں کی قربانیوں اور علمائے اہل سنت و جماعت کی جدو جہد سعی پیہم پر مشتمل ہے، اسی قربانی کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی کا تذکرہ، آئین ہند میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت وافادیت اور اسکے تحفظ کے تعلق سے جو دفعات ہیں مولانا راحت خاں نے ان سب دفعات کا ذکر کیا ہے، ہندوستان سیکولر ہے یعنی حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہیں اس نظریہ کے تحت مذہب کی آزادی کے حق پر جو استدلال ہے وہ اپنے آپ میں بہت زیادہ اہم ہے، اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں خودکشی کے حادثات آئے دن بڑھتے جارہے ہیں، آخر کار ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور اس کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں، بہت سے قارئین اخبارات پڑھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں مگر کچھ سنجیدہ قسم کے ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو اس کے اسباب پر غور فکر کرتے ہیں ایسے ہی سنجیدہ افراد میں مولانا راحت قادری بھی ہیں، انھوں نے خودکشی کے اسباب پر غور کیا اور اس کے درج ذیل اسباب بتائے:

''ملک میں کسانوں کے ساتھ ظلم ☆عورتوں پر ظلم وزیادتی ☆ بے روزگاری اور بھوک مری ☆جہیز کی مانگ ☆زنا بالجبر ☆ جہالت۔''

بظاہر ان اسباب کا مولانا کے مضمون سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس کے باوجود مولانا نے اپنے مضامین میں ان اسباب کا ذکر کیا ہے، مولانا نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں ان اسباب کو مضمون سے جوڑنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں:

''یونیفارم سول کوڈ کی بحث چھیڑنا سنگھ اور آر ایس ایس کی سوچی سمجھی سازش ہے اس مسئلہ کو زیر بحث لاکر ہندوستانی عوام کے ساتھ ظاہرا ہمدردی کا اظہار ہے حقیقت میں ان ضروری باتوں سے پردہ پوشی کرنا مقصود ہے جن کے حل کے لئے گورمینٹ کوئی پختہ لائحہ عمل ابھی تک تیار نہیں کر سکی ہے، طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو چھال کر لیڈران اپنی سیاسی زمین کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ذرا انصاف کی نظر سے ڈھنڈے دل سے غور وفکر کیجئے کیا صرف مسلم خواتین ہی ہر قسم کے مظالم کی شکار ہیں؟ کیا دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں ہو رہی ہے؟

خودکشی کے اسباب کے ذکر کرنے سے مولانا کا مقصد یہ ہے ہندوستانی حکومت کو چاہئے تھا کہ پہلے ان اسباب پر غور کرنا چاہئے تھا مگر ان اسباب ومسائل غور نہیں کیا جارہا ہے بلکہ اس سے چشم پوشی کی جارہی ہے اور جہاں غور کرنا نہیں چاہئے تھا وہاں غور کیا جارہا ہے، مولانا کے اس مضمون میں متانت، سنجیدگی اور فکر و استدلال پائے جارہے ہیں، اس لئے یہ مضمون قابل قدر ہے۔

☆...پروفیسر اکرم رضا ادیب و انشاء پرواز ہیں، ان کے قلم میں بڑی توانائی پائی جاتی ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' جو ص ۲۲ سے ص ۲۸ تک پھیلا ہوا ہے

موصوف پروفیسر نے اپنے مقالے کو حدائق بخشش کی روشنی میں تیار کیا ہے اسی لئے ان کے اسلوب میں جادو سا اثر نمایاں ہو گیا ہے اور کشش ایسی ہے کہ ان کے مقالے کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ میں ادبی شیرینیت پائی جاتی ہے، کہیں کہیں اپنے لفظوں سے ایسی منظر کشی کی ہے ماحول نگاہوں میں سما جاتا ہے اور دل کے آئینے میں نقش ہو جاتا ہے مثال کے طور پر منظر کشی کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

☆...اور پھر وہ ساعت سعید آپہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے باریاب کی ساعت تھی، یہ وہ مبارک گھڑی تھی کہ جب رحمت خداوندی کا ابر بے کنار پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھا، مظلوموں کے آنسوؤں کو لعل و جواہر کی چمک عطا ہونے والی تھی، غم و آلام کے زندانیوں کو رہائی عطا ہونے والی تھی، ستم رسیدگان ہستی کے آلام کا مداوا ہونے والا تھا، وہ کیسا منظر تھا، کیا سہانی صبح تھی کیا کیف آور فضائیں تھیں، کیا وجد آفریں ہوائیں تھی، مرادوں کے غنچے کھل رہے، تھے دکھوں کے خزاں گلستان ہستی سے رخصت ہو رہی تھی، پر انوار اجالے کی نوید لے کر کبھی نہ غروب ہونے والا تھا۔ (ص ۳۲)

اس عبارت میں منظر کشی مکمل طور پر پائی جاتی ہے اس میں مزید جذب و کشش اور چمک و دمک نمایاں کرنے کیلئے پرفیسر صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اشعار پر انوار بھی پیش کیا ہے جن کی وجہ سے اسلوب بیان میں حلاوت وطراوت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کا یہ کمال ہے کہ جو بھی ان کی نعت گنگناتا ہے یا اس کا مطالعہ کرتا ہے ان کے قلب و دماغ میں ایسا تأثر نمایاں ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے کاغذ و قلم کی ضرورت پیش آتی ہے اور حقیقت وواقعیت ان کے قلم ژرف نگار سے نکل کر صفحہ قرطاس پر بکھر ہی جاتی ہے اسی سچائی کا اظہار درج ذیل عبارت میں ہوتا ہے، اس کا مطالعہ کریں اور خود بھی اندازہ لگائیں ۔

☆...امام احمد رضا بریلوی نے میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق و عقیدت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کے شبستان ہوس سے نکال کر نعت کے گلستان سدا بہار کی زینت بنا دیا، آپ سے پہلے اردو میں میلاد نامے یا مولود نامے قسم کی کئی تصانیف نظر آتی ہیں مگر ان میں اس قدر رطب و یابس ہے کہ صداقتیں چھپتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاس داری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت عام اور شہرت دوام کا وہ منصب نصیب ہوا کہ جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہیں بن سکا۔ (ص ۲۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نعتیہ شاعری کے تناظر میں ان کا اسلوب اور لب ولہجہ اول بھی ہے اور آخر بھی ہے، بعد کے شاعروں نے اس لب و لہجے کی اتباع کی ہے اور کامیاب پیروی کی ہے ایسے شاعروں میں سر فہرست ''حضرت نظمی مارہروی'' کی ذات گرامی ہے اور اس بارے میں دوسرا نام ''سیداولادرسول قدسی'' کا لیا جاسکتا ہے جو بیرون ہندرہ کر بھی امام احمد رضا بریلوی کے لب و لہجہ کو فروغ دے رہے ہیں، اکرام صاحب نے اپنے عنوان کا حق ادا کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کی شاعری میں جو ندرت پائی جاتی ہے یا انفرادیت کا جو کمال پایا جاتا ہے اسے برملا بیان کر دیا ہے، یوں تو اس مقالہ میں کئی ایسے مقامات آتے ہیں جنہیں اس مضمون میں جگہ ملنی چاہئے مگر میں نے طوالت کے اندیشہ سے پہلو تہی کی ہے ، میں اپنے قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ پروفیسر موصوف کے مقالہ کو بار بار دیکھیں، ہر بار آپ کو نیا لطف آئے گا اور نیا مزہ ملے گا، اللہ کرے ان کے زور بیاں میں اور زیادہ کشش نمایاں ہوں اور اسی طرح لکھتے رہیں تا کہ ہم سب قارئین کی مشام جاں ان کے لفظوں کی نکہتوں میں کھو جائے۔

☆...ڈاکٹر امجد رضا امجد معروف ومشہور اسکالر ہیں اور قلم و دوات کے حولے سے ان کی اپنی شناخت اور انفرادیت قائم ہے، وہ جس عنوان کو پکڑتے ہیں اس میں جان پیدا کر دیتے ہیں اور فکر و تخئیل کے آئینوں سے اسے ''ہمہ خانہ آفتاب'' کر دیا کرتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جائے پورے ہندو پاک میں وہ اس قدر متعارف ہیں کہ ہمارے الفاظ اور جملوں سے ان کا مکمل تعارف نہیں ہو سکتا ہے ، ماہنامہ سنی دنیا میں ان کا مضمون ''مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی اور تاریخی حیثیت'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ پورا مضمون حرم کی نظام پر قائم ہے، مکہ و مکرمہ کے تعلق سے جو تمہیدی گفتگو کی گئی ہے اس کا ایک ایک جملہ نیر درخشان کی مانند ہے اور اثر انگیزی میں اپنی مثال آپ ہے اسی کے بیچ ''مولدانبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا ذکر جمیل ہر ایک زائر کو اس کی جانب کھینچتا ہوا دکھائی دیتا ہے، باتوں باتوں میں بات کہہ دینا اور بات ہے مگر کسی بات کو کہنے کے لئے ماحول سازی کرنا بہت بڑی بات ہے اور یہی توفن کا کمال ہے جو ڈاکٹر صاحب کو حاصل ہے مولانا موصوف نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے ولادت کی شرعی حیثیت کو ثابت کرنے کے لئے ''نسبتوں کے احترام

''کا سہارا لیا، اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ ''نسبتوں کا احترام'' ایک اصل ہے اور قاعدہ کلیہ ہے جیسا کہ مولانا رقم طراز ہیں:

''نسبتوں کا احترام تو ہمیں قرآن نے سکھایا ہے تا کہ ہمارے دلوں میں نسبتوں کی اہمیت بیٹھ جائے ہمیں قرآن نے بتایا کہ جبرئیل علیہ السلام کے سموں سے مس ہوئی مٹی تریاق واکسیر بن گئی (طٰہٰ) حضرت یوسف کے جسم سے مس ہوئی قمیص کو حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا گیا تو آنکھوں میں روشنی آ گئی وغیرہ وغیرہ۔'' (۳۰)

مولانا کا یہ استدلال نہ صرف مناسب ہے بلکہ نتیجہ خیز بھی ہے، اس کے علاوہ مولانا نے ایک اور دلیل پیش کی ہے:

''مولد النبی کو اہل ایمان اور اہل محبت نے ہمیشہ عظمت و حرمت کی آنکھوں سے دیکھا اور وہاں کی حاضری کو سعادت سمجھ کر اس کو محفوظ کر کے ایمان والوں کے لئے زیارت گاہ بنا دیا، صدیوں تک لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔'' (ص ۲۹)

یہ عبارت بھی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کو اجاگر کر رہی ہے، جہاں تک اس کی تاریخی حیثیت کی بات ہے مولانا نے اسے بھی واضح کیا ہے اس کے لئے مولانا نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور چھٹی صدی کے ایک بزرگ اور مؤرخ کے تأثرات کو پیش کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی تاریخی حوالے بیان کئے ہیں، انداز بیاں کو دلکش بنانے کے لئے کہیں کہیں فارسی اشعار لائے گئے ہیں، کل ملا کر یہ مضمون کافی دلچسپ اور تسلی بخش ہے، میں اپنے قارئین سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ اس مضمون کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔

☆...مولانا کوثر امام قادری بھی گلستان سنی دنیا کی زیب و زینت میں ایک اہم رول ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، نہایت ہی علمی جاہ و جلال، فنی شوکت و جمال اور تخریجی طمطراق لئے استادہ ہیں ان کے مضمون کا عنوان ''اذان کے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا'' ہے، اپنے اس عنوان میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس بات کا علم یوں تو سنی دنیا کے ہر قاری کے پاس ہے اس بارے میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا موصوف ہماری جماعت میں ''فن تخریج'' میں انفرادی حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے اپنی مہارت ہر ایک سے منوالی ہے اس عنوان میں جس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے ایک ماہر فن کی حیثیت سے نمایاں نظر آتے ہیں، انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ درود شریف اذان سے پہلے بھی پڑھا جا سکتا ہے اور اذان کے بعد بھی، انھوں نے اس بات کو یونہی نہیں کہا ہے بلکہ انہوں نے اپنی بات کو دلیلوں سے ثابت بھی کیا اور احادیث کی پُرنور کرنوں سے اسے منور و تاباں بھی کیا ہے، اسی طرح مولانا موصوف نے ائمہ اعلام کے سنہری اقوال بھی پیش کئے ہیں مثلاً، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حضرت ملا علی قاری امام قاضی عیاض مالکی، علامہ سخاوی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مولانا کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف...اللہ تعالیٰ نے درود وسلام کا وقت متعین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے انہیں مشمولہ اوقات میں اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی ہے۔

ب...درود وسلام کا مطلب دعا ہے اور دعا کے لئے کوئی خاص وقت ایسا مقرر نہیں کہ اس کے سوا میں جائز نہ ہو۔

اپنے مضمون کے آخر میں فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ کہ اذان کے پہلیا ور اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا کسی صورت میں ناجائز نہیں یہ کار حسنہ کار ثواب اور عمل عظیم ہے جو اس کو ناجائز اور حرام بتائے اس پر لازم ہے کہ حرمت و ممانعت کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔''

مولانا کے مضمون میں کافی حد تک متانت و سنجیدگی اور سہل پسندی پائی جاتی ہے، کم پڑھا لکھا انسان بھی اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے دور حاضر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سہل ترین انداز میں گفتگو کی جائے، میں اس مضمون پر مولانا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

☆...مفسر اعظم ہند! حیات و خدمات! نہایت ہی وقیع، معیاری اور گراں قدر مضمون ہے، یہ ایک ایسی باوقار علمی فنی اور بیش قیمت شخصیت کا لکھا ہوا مضمون ہے جو ''مدرسہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہیں اور اس کا نام نامی اسم گرامی مفتی محمد صابر القادری ہے، مولانا سے میری کوئی دید و شنید نہیں ہے مگر مضمون کا انداز بیاں اور طرز تحریر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ مولانا منجھے ہوئے قلمکار اور انشائیہ نگار ہیں، نثری ادب میں انھیں کافی ملکہ حاصل ہے، یہ مضمون تقریباً ۵ رصفحات پر مشتمل ہے، ان کے لفظوں، جملوں اور عبارتوں میں جو سادگی پائی جاتی ہے یہیں ان کی شخصیت کی زیبائش ہے اور یہ خوبی کسی بھی انسان کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کے لکھنے کی عمر طویل ہوتی ہے یا پھر لکھتے لکھتے لکھتا ہے، فنی اعتبار سے یہ مضمون سوانحی خاکہ ہے جو حضور مفسر اعظم ہند کی پوری زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ولادت پاک سے وصال پاک کے تمام حالات و کوائف اس میں سما گئے ہیں، مختصر مگر جامع انداز میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کی تاریخ اور اس کے زوال و ارتقاء کی کہانی بھی بیان کر دی گئی ہے، اس مضمون میں وقت

رحلت کا جو منظر بیان کیا گیا ہے اسے پڑھتے وقت بڑا لطف آتا ہے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے وہ منظر آپ بھی خود مفتی محمد صابر صاحب کے لفظوں میں ملاحظہ کریں۔

☆... مولانا غلام جابر شمس پورنوی ڈاکٹر ،محقق ،مفکر اور مشہور اسلامک اسکالر ہیں ،عروس البلاد ممبئی میں قیام پذیر ہیں،ان کی قلمی خدمات محتاج تعارف نہیں ان کی شخصیت ایسی ہے جو اندھیروں میں بھی چمکتی ہے اور ظلمتوں میں دکھائی دیتی ہے، جب لکھنے پر آتے ہیں تو لکھتے چلے جاتے ہیں اور اپنے لفظوں کے ذخیرے سے ایسے ایسے لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں جن کے ذریعہ بآسانی یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ خود ان کی شخصیت ''جلوۂ صدرنگ'' کی حیثیت رکھتی ہے، ماہنامہ سنی دنیا میں ان کے دو قلمی جواہر پارے دکھائی دیتے ہیں ایک کا عنوان ''مسئلہ اذان ثانی کا تاریخی پس منظر'' اور دوسرے کا ''آہ! سید شاہ تراب الحق قادری'' ہے پہلا عنوان قسط وار شائع ہو رہا ہے اور یہ پانچویں قسط ہے اور دوسرا مضمون حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کے سانحہ ارتحال پر لکھا گیا ہے، فی الحال میں اسی دوسرے عنوان کے تعلق سے کچھ لکھنے جا رہا ہوں اس بارے میں، میں جو کچھ بھی لکھوں یہ مولانا کے مضمون کا حق استحقاق نہیں کہ ان کا مضمون بہت بلند ہے بلکہ میرا ایک حقیر سا تأثر ہے، یہ مضمون ۳رصفحات پر مشتمل ہے اس میں کہیں مولانا کا تأثر ہے اور کہیں سفری تجربوں کی نچوڑ ہے، مولانا موصوف حضرت سید شاہ تراب الحق قادری کے سانحہ ارتحال پر جس غم واندوہ، حزن وملال سے دوچار ہیں اس کا اظہار عنوان کے لفظ ''آہ'' درج ذیل شعر ؎

ہائے اے شہر خوباں کے شہر یار
اے جلوۂ صدرنگ تو کہاں کھو گیا

کے لفظ ''ہائے'' سے ہوتا ہے مولانا کا پیش کردہ شعر بتاتا ہے کہ حضرت والا کو ''شہر خوباں کے شہریار'' اور ''جلوۂ صدرنگ'' سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ علامہ موصوف ان القاب و آداب کے صحیح معنی میں مصداق تھے مولانا نے انھیں القاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو فضا بندی کی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس فضا بندی میں نرے استعارے اور رمز وکنایات پائے جاتے ہیں کوئی جملہ اور کوئی عبارت استعارہ سے خالی نہیں، مثال کے طور پر درج ذیل عبارت کا مطالعہ کریں:

''خاک ہند کی وہ صدرنگی کوند، جو حیدرآباد دکن کے افق سے چمکی تھی کراچی سندھ کے سر فلک جا کر شہاب ثاقب بن گئی۔ اور پھر ایک عمودی وعموقی نور مستطیل بن کر ربع مسکوں کے تمام آفاق پر چھا گئی، جس کی برستی روشنی سے ایشیائی ممالک کے در و دیوار ،صحرائے افریقہ کے ریگزار ولالہ زار، یورپی مملکتوں اور ریاستوں کے دشت وکوہسار اور امریکی دیار وامصار کے بام وایوان روشن ومنور ہوئے، ہائے اے چکا چوند شہر کراچی کی صبح درخشاں کو ماند کرنے والی سرمئی شام! کتنی بے رحم ہے تو کہ اکیلے اپنی گود میں سمیٹ لیا اور اپنی آغوش میں چھپا لیا بازو میں دبوچ لیا، یہ تو نے کیسی ناانصافی کی ،کیا تجھے خبر ہے کہ اس کی محبت اس کی عقیدت اور اس کی حسین ترین یادوں اور یادگاروں کے چراغ کتنے دل رنجور ومجبور نے اپنے صحن وآنگن میں جلا رکھے ہیں، آج تو قوم کی قوم سوگوار ہے ملک کا ملک ماتم کناں ہے۔'' (سنی دنیا ص ۱۴)

اس عبارت کے ذریعہ مولانا نے اپنے حزنیہ جذبات کے اظہار وترسیل کے لئے جو فضا تیار کی ہے اس میں بہت کچھ خوبیاں ہیں، رنج وغم کے ماحول میں اتنا شگفتہ اسلوب اور لفظیات میں قوس وقزح کی رنگینیاں بھر کر مولانا نے اپنی شخصیت کے جواہر پارے بکھیر دئیے ہیں، فکر وتخئیل کے سہارے مولانا موصوف نے جن استعاروں کو پیش کیا ہے کوئی غیر معیاری استعارے اور گھسے پٹے استعارے نہیں ہیں بلکہ ان استعاروں میں مولانا کی شخصیت اور اس میں پائے جانے والے انوار وتجلیات، تجربات ومشاہدات اور حضرت شاہ تراب الحق علیہ الرحمۃ سے گہرے روابط کی نشاندہی ہوتی ہے، انھیں استعاروں سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا جس وقت اپنے اس مقالہ کو ضبط تحریر میں لا رہے تھے، اس وقت مولانا کا ذہن کہیں اور نہیں تھا بلکہ اپنے ممدوح کے ساتھ تھا، مکانی طور پر ساتھ نہ سہی مگر ذہن تو ان کے ساتھ تھا اور ان کے انوار وتجلیات اور کرم کی بارشوں سے سرشار دکھ رہے ہیں اور لکھتے ہی چلے جا رہے ہیں، مولانا کبھی ان کے اسن وجمال کی بات کرتے ہیں اور کبھی ان کی عنایتوں کا ذکر جمیل کرتے ہیں، ان کی گفتگو ان کا انداز بیاں اور ان کی نشست وبرخواست کو بھی اپنے مقالے میں جگہ دیتے ہیں، ان کی تحریر کا ایک جملہ نپا تلا محسوس ہوا کرتا ہے، ان کا تذکرہ کیا جائے تو کس طرح کیا جائے ان کا پورا مضمون اس بات کی علامت ہے کہ برسوں مولانا کو یاد کیا جائے، مولانا کے مزاج میں انفرادیت پائی جاتی ہے، بہرحال میں ان کے اسلوب بیان کی تعریف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے شگفتہ اسلوب میں مزید ترقی کرے۔

☆... دعوت وتبلیغ کے جدید ذرائع کتنے مفید کتنے مضر! نام کا مضمون بھی اچھا اور بہت اچھا ہے اور پڑھنے سے **(بقیہ ص ۲۲ پر)**

خیر و خبر
قاہرہ مصر میں عرس رضوی

هيئة الإسلامية العالمية للتعليم و التربية کی شاخ قاہرہ مصر کی جانب سے بروز بدھ ۳۲/۱۱/۶۱۰۲ کو نزد مدينة البعوث الإسلامية قاہرہ مصر میں عرس امام احمد رضا خان فاضل بریلوی حنفی قادری المعروف بہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ قاعة الفردوس میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا، جس میں متعدد مما لک کے تقریباً دوسو سے زائد طلبہ وطالبات شریک ہوئے، پروگرام کا آغاز فخر القراء حضرت حافظ وقاری بلال ہندی ازہری نے تلاوت قرآن پاک سے کیا اور حضرت مولانا قاضی خان ہندی ازہری صاحب نے نعت رسول اکرم ﷺ پیش کیا اور نقابت کے فرائض انجام دیتے ہوئے حضرت مولانا عمران ہندی ازہری صاحب نے حضرت مولانا مبارک حسین محمودی ازہری کو خطابت کے لئے اسٹیج پر آنے دعوت دی اور محمودی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا تعارف پیش کیا، اس کے بعد حضرت مولانا سید حسنین ازہری صاحب نے بھی مختصر خطاب فرمایا، پھر اسکندریہ سے تشریف لائے ہوئے صوفی باصفا "شیخ علاء نعیمہ اسکندرانی ازہری حفظہ اللہ تعالیٰ کا "امام احمد رضا قادری اور عشق رسول اکرم صل ﷺ" پر مختصر اور جامع خطاب ہوا ،آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سچے عاشق رسول اکرم ﷺ تھے اور آپ کے بہت سے رسالے اس پر شاہد ہیں۔ پھر پروگرام کے روح رواں امیر المومنین فی الحدیث حافظ صحاح ستہ" محمد ابراہیم عبد الباعث الكتاني الحسيني حفظہ اللہ تعالیٰ" کو نقیب نے خطابت کے لیے دعوت دی ،آپ نے" امام احمد رضا قادری اور رد باطل افکار ونظریات" کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دور جدید میں مسلمانوں کے درمیان سب سے خطرناک فتنہ، بھیانک جراثیم اور زہر ہلال بنام اسلام" باطل افکار ونظریات" کا ہے جن کی وجہ سے دہشت گرد تنظیموں کا جنم ہوتا ہے اور اسلام دشمن طاقتیں ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہیں اور یہ تنظیمیں سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر استعمال کرتی ہیں، جیسا کہ داعش وغیرہ اور آج ان فتنوں کی وجہ سے پوری امت مسلمہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے بہت پہلے ان فتنوں سے آگاہ فرمادیا تھا اور امت مسلمہ کے سامنے اہل سنت و الجماعت کے صحیح عقائد، معمولات اور افکار ونظریات کو پیش کیا تاکہ امت مسلمہ "باطل افکار ونظریات" سے بچ سکے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے جس موضوع پر جو بھی رسالے لکھے ہیں اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے اور رد فرقہائے باطلہ فرما کر اہل سنت والجماعت کو ہائی جیک ہونے سے بچالیا اور فقہ حنفی کی عظیم خدمات کو انجام دیا، پھر آپ نے تمام حاضرین کو" سند حدیث" کی اجازت بھی دی۔

آخر میں کلیدی خطبہ محقق عصر مستشار شیخ الأزہر الشریف" ڈاکٹر محمد عبد الصمد مہنا حفظہ اللہ تعالیٰ" نے پیش فرمایا آپ نے" امام احمد رضا خان قادری اور تصوف" کے عنوان پر خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ" تصوف کے ماٰخذ قرآن وسنت ہیں اور ان کے بغیر تصوف کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور جب قرآن وسنت میں تاویلات کر کے ان کو سیاسی یا دنیاوی مصالح کے لیے استعمال کیا گیا تو اسلام کو حاکم کی جگہ محکوم بنا دیا گیا تو ایسے حالات میں" الأزہر الشریف" نے امت مسلمہ کو "اعتدال ووسطیت" کا منہج دیا تاکہ اسلامی نصوص کا صحیح استعمال کیا جا سکے اور امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی اپنے دور میں اعتدال و وسطیت کے منہج کو اختیار فرما کر ہر مسئلہ کا حل علمی طریقے سے" نصوص اسلامی" کی روشنی میں پیش فرمایا اور صوفیاء کرام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کو اختیار کیا جو کہ صراط مستقیم ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا وحید الزمان ازہری صاحب قبلہ (ریسرچ اسکالر ازہر یونیورسٹی) نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور هيئة الإسلامية العالمية للتربية والتعليم کے صدر مصلح قوم وملت حضرت مولانا شہنواز مصباحی ازہری نے صلاۃ وسلام کا ہدیہ پیش فرمایا اور شیخ نعیمہ اسکندرانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں پر پروگرام اختتام پذیر ہوا اور راقم الحروف نے مصر سے شائع ہونے والی کتاب" حياة العلامة الشيخ عبد العليم الميرتي الصديقي القادري: مؤلف ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی" آنے والے مہمانوں کی خدمت میں پیش کی، اس کے علاوہ "انصاف الإمام :مؤلف خالد ثابت" کو تنظیم کی طرف سے تمام طلبہ و طالبات اور حاضرین کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس پروگرام کے اراکین اور ممبران بالخصوص حضرت مولانا اشرف جیلانی ازہری، حضرت قاری بلال ازہری، حضرت مولانا مبارک محمودی ازہری، حضرت مولانا آفتاب ازہری، حضرت مولانا توفیق ازہری اور مولانا ذیشان حنفی وغیرہ حضرات انتظام وانصرام کی ذمداریوں کو بحسن وخوبی نبھائے۔

رپورٹ: محمد عباس مصباحی، الأزہر یونیورسٹی، قاہرہ مصر

کیرالا میں یادِ رضا کی چمک دمک

کیرلا کاسرگوڈ ہند کی عظیم درسگاہ" جامعہ سعدیہ عربیہ" میں طلبہ کی اجتماعی کوششوں سے "یادِ رضا" کے نام (بقیہ ص ۳۰ پر)

बिल्लाह ईमान बिलरिसालत और ईमान बिलकद्र का होना ज़रूरी है इसके अलावा आमिल को शिर्क से मुबर्रा होना चाहिए। रिज़्के हलाल कमाना चाहिए। हुज़ूर सल–ल्लाहो अलैहि वस–ल्लम से महब्बत रखनी चाहिए। इबादत का खास ख्याल रखना चाहिए। अक्सर बा वज़ू रहना चाहिए। ज़ाहिरी और वातिनी तहारत की पाबंदी भी ज़रूरी है। पाँचो वक्त की नमाज़ की पाबंदी से भी वज़ायफ की तासीर बढ़ जाती है। इसके अलावा तहज्जुद की नमाज़ का एहतमाम भी ज़रूरी है। और अवराद–व–वज़ायफ पढ़ते वक्त खुशू व खुज़ू भी कायम रखना चाहिए ताकि रिक्कते कल्ब पैदा हो और अमल बारगाहे रब्बुल इज्ज़त मे दर्जा कबूलियात पा जाये। अमल शुरू करने से पहले सदका व खैरात करना भी ज़रूरी है। हराम से इजतनाब करना चाहिए अगर पढ़ने वाले में मिस्कीन नवाज़ी,ईसार, सब्र, और सदाकत की खूबियाँ भी पैदा हो जाएँ तो उसके लिए बहुत बेहतर होगा बहरहाल हज़रत गौसे आज़म के बयान करदा शरायत पर वज़ीफा पढ़ने से पहले अमल कर लेना बहुत अच्छा है। (मुनाकिब तय्यब)

हज़रत जाफर बिन सईद बगदादी का कहना है कि रबीउल अव्वल 541 हि0 मे हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) की खिदमत अक्दस मे जब मै हाज़िर हुआ तो आपकी ज़िन्दगी का यह वा दौर थ कि आप खिदमते खल्क मे मसरूफ थे। आपकी ज़ात अक्दस को आसमाने अज़मत के सितारों मे महर दरख्शाँ की हैसियत हासिल थी। कुतबीयते किबरा का मर्तबा आपको हासिल हो चुका था आप भटके हुए लोगों को राह हिदायत पर ला रहे थे। मैने अर्ज़ किया कि हज़रत आप मुझे ऐसा अमल बता दें जो मेरे लिए दीन व दुनिया मे बेहतर हो। आपने फरमाया कि अपने आप को सब्र का आदी बना ले। तौहीद से मुहब्बत कर हमेशा पाक व ताहिर रह। नमाज़ तहज्जुद से गफलत न हो। इबादत मे खुशू व खुज़ू पैदा कर सदका व खैरात मे ताखीर न कर। कुरआन पाक और सुन्नत पर अमल कर। माले हराम से इजतनाब कर। ज़िक्रे इलाही से महब्बत कर। अदबे रसूल (सल्लाहो अलैहि वसल्लम) को अपनी ज़िन्दगी का मकसद बना ले।सदाकत और रियाज़त से काम ले उसके बाद तेरा हर अमल बड़ा मोअस्सर हो जायगा।

हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) के चन्द वजायफ मनदर्जा ज़ैल हैं।

सलाते गौसिया और फरयाद रसी

अबु–अल–मुआली का बयान है कि जब मैंने वाकि़या शेख़ अबु–अल–हसन अली जनाज़ से बयान किया तो उन्होने फरमाया के मैने शेख अबु–अल–कासिम उमर बजाज़ की ज़बानी सुना है उन्होने कहा कि मैने हज़रत सय्यदी शेख अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) से सुनाः आप ने फरमाया कि जो शख्स किसी मुसीबत मे मुझ से फरियाद रसी चाहता है वो मुसीबत उससे हटा ली जाती है और जो शख्स किसी तकलीफ से मुझे मेरे नाम से पुकारता है वो तकालीफ उससे उठा ली जाती है और जो शख्स अपनी किसी हाजत मे अल्लाह तआला के हुज़ूर मेरा तवस्सुल इख्तियार करता है उसकी वो हाजत पूरी कर दी जाती है और जो शख्स दा रकअत नमाज़ पढ़े। हर रकअत मे फातिहा के बाद ग्यारह मर्तबा सूरह इख्लास पढ़े फिर रसूलअल्लाह सल–ल्लाहो अलैह वसल्लम पर दुरूद व सलाम भेजे और आपका जिक्र करे। उसके बाद ईराक की जानिब ग्यारह कदम चले और मेरा नाम लेकर अपनी हाजत तलब करे तो अल्लाह के फज़्लो करम से उसकी वो हाजत पूरी कर दी जाएगी।

□□□

वज़ायफ़े ग़ौसिया, सलाते ग़ौसिया और फ़रयाद रसी

पेशकशः अतीक़ अहमद हशमती, आई०टी० हेडः सी०आई०एस० जामियातुर्रज़ा, बरेली शरीफ़

इब्तिदाई हालात

हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी रह0 अ0 नजीब–उल–तरफेन सय्यद हैं जैसा कि पहले बयान कर दिया गया है कि आप के वालिद का नाम सय्यद अबु सालेह मसा (रह0 अ0) और वालिदा माजिदा का नाम पाक उम्मुलखैर फातिमा और उनका लकब अमत–ुलजब्बार था।

नाम व कुन्नियतः– हज़रत गौसे आज़म (रह0 अ0) का अस्ल नाम हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी है। मुसलिमीन मे आप मेहबूबे सुब्हानी,गौस–उल–सकलैन और गौस–उल–आज़म के नाम से मशहूर हैं।

सिलसिला नसबः–आप का सिलसिला नसब वालिद माजिद की तरफ से ग्यारह वास्तों से और बवास्ताए मादर मोहत्रमा चौदह वास्तों से अमीर–उल–मोमिनीन हज़रत अली करमल्लाहो वजह तक पहुँचता है। आप वालिद माजिद की निसबत से हसनी हैं और सिलसिला नसब यूँ है।

सय्यद मुहीउददीन अबु मोहम्मद अब्दुल कादिर बिन सय्यद अबु सालेह मूसा जंगी दोस्त बिन सय्यद अब्दुल्लाह बिन सय्यद यहिया ज़ाहिद बिन सय्यद मोहम्मद शम्सुददीन ज़करया बिन सय्यद अबुबकर दाउद बिन सय्यद मूसा सानी बिन सय्यद अब्दुल्लाह सानी बिन सय्यद मूसा जून बिन सय्यद अब्दुल्लाह महेज़ बिन सय्यद इमाम हसन मसना बिन सय्यद इमाम हसन बिन सय्यदना अली (रजी अल्लाह अन्ह) ।

आप वालिदा माजिदा की निसबत से हुसैनी हैं और सिलसिला नसब यूँ है।

सय्यद मुहीउददीन अबु मोहम्मद अब्दुल कादिर बिन अमतुलजब्बार बिन्ते सय्यद अब्दुल्लाह सोमअई बिन सय्यद अबु जमाल बिन सय्यद मोहम्मद बिन सय्यद महमूद बिन सय्यद अबु–अल–अता अब्दुल्लाह बिन सय्यद कमालु–ददीन ईसा बिन सय्यद अबु अलाउददीन मोहम्मद जव्वाद बिन इमाम सय्यद अली रज़ा बिन इमाम मूसा काज़िम बिन इमाम जाफर सादिक बिन इमाम मोहम्मद बाकर इब्ने ज़ेनुल आबेदीन बिन इमाम अबु अब्दुल्लाह हुसैन बिन अमीर–उल–मोमिनीन अली अलमुर्तज़ा (रजी अल्लाह अन्ह)।

हज़रत मौलाना जामी (रहमतुल्लाह अलैह) जनाब गौसे आज़म (रहमतुल्लाह अलैह) के आली मरतबत नसब का जिक्र इस तरह करते हैं। आँ शाह सरफराज़ के गौस–उल–सकलैन अस्त दरअस्ल सही–उल–नस्बेन अज़ तरफेन अस्त।

(वो बड़े मर्तबे वाले बादशाह जो गौस–उल–सकलैन के नाम से मशहूर है वो हकीकत मे नसब के लिहाज़ से नजीब–उल–तरफैन सय्यद है।वालिद माजिद की तरफ से आपका सिलसिला नसब हज़रत इमाम हसन रज़ी अल्लाहो अन्ह से और वालिदा माजिदा की तरफ से आपका सिलसिला नसब हज़रत इमाम हुसैनी रज़ी अल्लाहो अन्ह से मिलता है।)

वज़ायफ़े ग़ौसिया

हज़रत शेख वजीहा बगदादी (रहमतुल्लाह अलैह) का बयान है कि एक मर्तबा मै ने हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर (रहमतुल्लाह अलैह) से अवरादो वज़ायफ और उनकी तासीर के बारे मे दरयाफत किया तो हज़रत शेख अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) ने फरमाया के आमाल व वज़ायफ की तासीर बरहक है मगर वज़ीफा पढ़ने वाले मे आला दर्जे का ईमान

हिज़्बुल नस्र,हिरज़ुल अमैरैन, हिरज़ुल यमानी, दुआए मुग़नी, दुआए हैदरी, दुआए इज्राईली, दुआए सुरयानी, क़सीदए ग़ौसिया, सलातुल असरार, क़सीदा बुरदा वग़ैरा वग़ैरा।

सवाल न. 26 : उलमाए अरब के नाम बताइये जिन्हें उनकी फ़रमाइश पर आलाहज़रत ने वतने अज़ीज़ वापसी के बाद सनदात इरसाल फ़रमाई थीं?

जवाब : शैख़ उमर इब्ने हमदानुल मुहरसी, सय्यद मामूनुल बरी, और शैख़ुद दलाइल शैख़ मुहम्मद सईद वग़ैरा।

सवाल न. 27 : मारहरा शरीफ़ के उन बुज़ुर्ग का नाम बताइये जिनके पास आँ हज़रत का मू–ए मुबारक था?

जवाब : हज़रत सय्यद शाह बरकत उल्लाह।

सवाल न. 28 : बताइये इमाम अह़मद रज़ा ने सय्यद शाह बरकतुल्लाह का ज़िक्र अपने मंज़ूम शजरा में किस तरह किया है?

जवाब : दीन व दुनिया की मुझे बरकात दे बरकात से।

सवाल न. 29 : बताइये इमाम अह़मद रज़ा ख़ानवादाए बरकातिया के इरादत केशों में कब शामिल हुए थे?

जवाब : जमादुल अव्वल 1294 हिजरी 1877 ईसवीं में।

सवाल न. 30 : बताइये इमाम अह़मद रज़ा का शजराए तरीक़त कितने वास्तों से सय्यिदना ग़ौसे आज़म जीलानी से जा मिलता है?

जवाब : 20 वास्तों से।

सवाल न. 31 : बताइये इमाम अह़मद रज़ा का शज राए आलिया क़ादरिया कितने वास्तों से आँ हज़रत सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम तक जा पहुँचा है?

जवाब : 37 वास्तों से।

सवाल न. 32 : इमाम अह़मद रज़ा के पीरो मुरशिद का नाम बताइये?

जवाब : सय्यिदना शाह आले रसूल रदियल्लाहु तआला अन्हु।

सवाल न. 33 : बताइये सय्यिदना शाह आले रसूल रदियल्लाहु तआला अन्हु किसके मुरीद व ख़लीफ़ा थे?

जवाब : सय्यिदना शाह हुज़ूर आले अह़मद अच्छे मियाँ रदियल्लाहु तआला अन्हु के।

सवाल न. 34 : बताइये बैअत होते वक़्त इमाम अह़मद रज़ा की उम्र कितनी थी?

जवाब : सन् ईसवीं के मुताबिक़ 22 साल और सन् हिजरी के मुताबिक़ 23 साल।

सवाल न. 35 : मुहल्ला ज़ख़ीरा बरेली की उस मारुफ़ ख़ानक़ाह का नाम बताइये, जहाँ इमाम अह़मद रज़ा अकसर तशरीफ़ ले जाते थे?

जवाब : ख़ानक़ाए अशरफ़िया।

सवाल न. 36 : बताइये जब इमाम अह़मद रज़ा, शाह आले रसूल मारहरवी से बैअत हुए तो उस वक़्त आपके हमराह आपके ख़ानदान के एक बुज़ुर्ग भी बैत हुए थे बताइये वह कौन थे?

जवाब : आपके वालिदे माजिद मौलाना नक़ी अली ख़ाँन।

सवाल न. 37 : मक्का मुअज़्ज़मा के उन बुज़ुर्ग का नाम बताइये जो बग़ैर किसी ताआरुफ़ के इमाम अह़मद रज़ा को अपने घर ले गये, देर तक उनकी पेशानी थामे रहे और फ़रमाया इन्नी लअजेदु नूरल्लाहे मिन हाज़ल जबीन।

जवाब : शैख़ हुसैन इब्ने सालेह शाफ़ी।

सवाल न. 38 : इमाम अह़मद रज़ा को सिलसिलाए क़ादरिया की इजाज़त व नीज़ सिहा सित्ता की सनद, अपने दस्तख़्त ख़ास सुज़ुर्ग ने मरहमत फ़रमाई थी?

जवाब : शैख़ हुसैन इब्ने सालेह शाफ़ी ने।

सवाल न. 39 :''रुह क्या शाय है'' के मौज़ू पर इमाम अह़मद रज़ा की कौन सी तहरीर हमारी रहनुमाई करती है?

जवाब : بوارق تلوح من حقیقۃ الروح

सवाल न. 40 : बताइये यह किताब कब और किस ज़बान में लिखी गई?

जवाब : 1311 हिजरी को अरबी ज़बान में।

सवाल न. 41 : ख़ास तसव्वुफ़ के मौज़ू पर इमाम अह़मद रज़ा ने उर्दू ज़बान में दो किताबें तसनीफ़ फ़रमाईं हैं, क्या आप उनके नाम बता सकते हैं?

जवाब : کشف حقائق واسرار دقائق، التلطف بجواب مسائل التصرف۔

* * *

जारी है–––

किस्त-9

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा क्विज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची

पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाज़ार संदल खाँ बरेली शरीफ़

सवाल न. 11 : बताइये अलाहज़रत दूसरी बार गंज मुरादाबाद कब तशरीफ़ ले गये थे?
जवाब : 1324 हिजरी को।
सवाल न. 12 : बताइये इस मर्तबा सफ़र की ग़रज़ व ग़ायत क्या थी?
जवाब : आपके ख़लीफ़ा मौलाना अब्दुल वाहिद की शादी का सिलसिला।
सवाल न. 13 : बताइये इस मर्तबा आलाहज़रत का क़ियाम कितने दिन रहा?
जवाब : सिर्फ़ दो दिन।
सवाल न. 14 : बताइये इस मर्तबा आलाहज़रत, मौलाना फ़ज़लुल रहमान से क्यूँ नहीं मिले?
जवाब : इसलिए कि उनका इंतेक़ाल हो चुका था?
सवाल न. 15 : बताइये शाह फ़ज़लुल रहमान गंज मुरादाबादी के आबाओ अजदाद कहाँ के रहने वाले थे?
जवाब : ईरान के।
सवाल न. 16 : बताइये शाह फ़ज़लुल रहमान गंज मुरादाबादी की उम्र कितनी थी?
जवाब : सौ बरस से ज़्यादा।
सवाल न. 17 : बताइये आलाहज़रत के किन दो मशहूर मुआसिर के मज़ारात पीलीभीत में हैं?
जवाब : वसी अहमद मुहद्दिस सूरती, शाह जी मुहम्मद शेर मियाँ साहब।
सवाल न. 18 : बताइये आलाहज़रत की रुहानी हुकूमत का मरकज़ी मक़ाम कहाँ था?
जवाब : बरेली शरीफ़।
सवाल न. 19 : बरेली शरीफ़ के उन दो साहिबे मज़ार के नाम बताइये, जहाँ आलाहज़रत फ़ातिहा ख़्वानी के लिए जाया करते थे?
जवाब : हज़रते शाहदाना रहमतुल्लाहि तआला अलैह और हाफ़िज़ुल मुल्क हाफ़िज़ रहमत खाँन अलैहिर्रहमह।
सवाल न. 20 : बरेली के वह कौन से शहीद बुज़ुर्ग थे जिनकी रुहानी अज़मतों का तज़किरा आलाहज़रत भी किया करते थे?
जवाब : हज़रत शाह नियाज़ अहमद चिशती निज़ामी।
सवाल न. 21 : आलाहज़रत को जिन सलासिले तरीक़त में इजाज़त हासिल थी उनके नाम बताइये?
जवाब : (1) क़ादरिया बरकातिया जदीददिया (2) क़ादरिया अबाइया क़दीमियाँ (3) क़ादरिया अहदलिया (4) क़ादरिया रज़्ज़ाक़िइया (5) क़ादरिया मुनव्वरिया (6) चिश्तिया निज़ामिया क़दीमिया (7) चिश्तिया महबूबिया जदीदया (8) सोहरवर्दिया वाहीदिया (9) सोहवर्दिया फ़ज़लिया (10) नक़्शबन्दिया आलाइया सिद्दीक़िया (11) नक़्शबन्दिया अलाइया अलविय्यह (12) बदीइया (13) अलविय्यह मनासिया वग़ैरा वग़ैरा।
सवाल न. 22 : बताइये इन सलासिले तरीक़त की तफ़सीर किस किताब में दर्ज है?
जवाब : الاجازت المتینہ में
सवाल न. 23 : बताइये "" किसकी मुरत्तब करदा है?
जवाब : मौलाना हामिद रज़ा खाँन की।
सवाल न. 24 : अलावा सलासिले तरीक़त के आला हज़रत को मुसाफ़िहात अरबअह की सनदात भी मिली थी, आप नाम बता दीजिए?
जवाब : (1) मुसाफ़हतुल जिन्निया (2) मुसाफ़हतुल ख़ज़रिया (3) मुसाफ़हतुल मामरया (4) मुसाफ़हतुल मनामिया।
सवाल न. 25 : इन मुसाफ़िहात व इजाज़ात के अलावा मुख़्तलिफ़ अज़कार, अशग़ाल व आमाल वग़ैरा की भी आलाहज़रत को इजाज़त हासिल थी, बतौर मिसाल आप बाज़ के नाम बताइये?
जवाब : ख़वासुल क़ुर्आन, असमाए इलाहिया, दलाइलुलख़ैरात, हिस्ने हसीन, हिज़्बुल बहर, हिज़्बुल बर्र,

whether the words of Deobandis are conforming to this standard? Not on any account. It is clear from his very admitting declarations, which have gone by many times.

On the contrary to this, through his own admission, he says that the statement of the revivalist of Islam Imam Ahmed Raza is neither contradictory to the evidentiary text of the Qur'an-o-Sunnah, nor contrary to the coalition of the Ummah, but that it conforms to the standard declared by him:

"as we have seen, Ahmed Raza's position is neither against decisive scriptural texts, "for such text are not "decisive" but rather interpretable as being prior in time to others that abrogate them, nor "without proof", since his position is borne out by numerous intersubstantive rigorously authenticated (Sahih) hadiths, nor "proceeding solely from false analogy", for it rather proceeds from the Prophet's very words (Allah bless Him and give Him peace) in these Hadiths." (Page: 28)

Again, later supporting Imam Ahmed Raza, he is saying in refutation and negation of Khalil Ahmed as follows: "moreover, it is difficult to see how the attribute of knowledge that Khalil Ahmed ascribes to Satan and the angel of death should become "Shirk" when affirmed of the Message of Allah (Allah bless Him and give Him peace): either it is a divine attribute that is shirk to ascribe to any creature, or it is not".

In spite of this, he still says that it was a mistake by A'la Hazrat to consider deobandis as kaafir.

Accordingly, he is writing: "his fatwa of kufr against the deobandis, however, was a mistake" He falsified many times the words of deobandis, yet he supported them not to be counted in the category of kufr, by saying as follows: "…they were not kufr".

Is it not contradiction into contradiction? Is it not the cancellation of the standard appointed by him, and is he not being firm on the same statement as follows: "no position upon which one scholar may disagree …?"

Even then, is there any doubt to that, he takes the opposition (difference) by Ulama as an excuse? So, what then happens in regard to the coalition (Ijma)? (Does it mean that) if the clear negation of Qur'an and Sunnah takes place, even then the opposition (difference) should be considered as being valid? That is why he has said before absolutely without any condition: "because the evidence from the Quran, Hadith or human reason (as opposed to emotive preference)"

Whatever the author has said in order to defend Qasim Nanotvi, has been refuted before in the manner of our Question. That is, in brief, that there is no interpretation in the meaning of "خاتم النبیین" on which the testimony has passed and through the other books giving the synonymous meaning to this, where in the content of Al Iqtisad is declared. The argument was thus adduced against the author. And refusal of the probability in person, bearing the meaning of خاتم النبیین in mind was clarified, that the occurring likelihood is very clear through the words of Nanotvi, through which it was refuted to consider it as impossible. (MUMTINAA BIL GHAIR)

(Cont..........)

The author saying as follows:

"No position upon which one scholar may disagree with another because of evidence from the Quran, Hadith, or human reason (as oppose to emotive preference) may be a criterion for faith or unfaith (Kufr), provided it is a scholarly position".

Now the spectators should declare, what is the sense of his own statement: "...because of evidence from the Qur'an, Hadith or human reason (as oppose to emotive preference)....." Is it not only to say, that in case the opposition takes place, no authority of argument will be regarded, even if should it be based on the clear evidence for Qur'an and Sunnah? And (according to him, doesn't it mean) that the opposition is considerable in all manners, even if it should be violating the testimony from Qur'an and Sun- nah? That is why he said. "No position upon which one scholar may disagree with another .....May be a criterion for faith or unfaith", and here, he kept it absolute, and made it clear about the opposition to be regardable at all eve- nts. Again, he presented a prerequisite here and said in order to explain this paragraph methodically. "Provided it is a scholarly position, minimally meaning that:

(a) It is not based on a fanciful interpretation of the Qur'an or Sunnah that violates the grammar or diction of the Arabic language.
(b) It does not contradict some other evidentiary text that is both .....
(c) It does not violate Ijma or "scholarly consensus "...
(d) And it does not violate on a fortiori analogy from either (b) and (c).

And he made it clear through this condition that the opposition is not considerable in case it is based on a fanciful interpretation of the Qur'an or Sunnah that violates grammar or diction of the Arabic language. It does not contradict some other evidentiary text.

It does not violate ijma or scholarly consensus "....

And again he made it very clear through his statement, that whatever assertion comes up to this standard (which he has stipulated above), it is that only which is corresponding to Qur'an-o-Sunnat, and the Arabic grammar, and the coalition of Ummah, and this only must be believed in. And whatever doesn't conform to this level, there is no look at it and infact the appointed standard is: He who refutes the evidence of Quran and Sunnah, is he whose assertion should not be based on scholarly position but based on the fanciful interpretation of Qur'an or Sunnah which results in the negation of Arabic grammar or diction, contradict some other evidentiary text, violates ijma or "scholarly consensus."

Spectators should look at both the words beside each other and see what a meeting of absolute and non-absolute this is! He himself is appointing the standard through the last remarks and then breaking it himself through the earlier mentioned remarks, by saying: "no position upon which one scholar may disagree ...."

Now, let us just suppose it is conditional in sight of the last remarks by him and let's suppose that this standard is agreeable to him as well.

However, the author must declare

A just answer to the biased Author

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: Taajush Shariah Allama Mufti Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
(Allah Preserve him)

Part (11)

(Cont..........)

Some words by the author have been mentioned prior, the summary of which is that he admitted that such words of disrespect were indefensible and Muslims would have found his words repugnant and unacceptable. Is it not an agreement to the fact that the mentioned words of deobandis are topmost clear, where in no there is no likelihood of other meanings i.e. fixed to the infidelity meaning, yet even then, that is not kufr and deobandis are not kaafir, because according to the author "…..They were not kufr, because the intention behind them was not to insult the Prophet (Allah bless him and give him peace)…"

Every Just (person) is invited to consider this clear affirmation and the author must declare whether it is notifying only, even if should the statement not only be clear in the sense of infidelity but fixed, which can't be interpreted by the first person and his pleader (legal representative), declaring it not defendable and has to go admitting that there can be no interpretation to it, (so) even then is the intention required?

Unless that is not known in the style of the author, neither the statement will be counted as the category of kufr, nor will the speaker be regarded as kaafir, even though the intention is clear in this case. Is this not to support stubborn infidelity, or is it not giving leave to an obstinate kaafir? It must be said, whether it is not in advance, participation in the obstinacy by considering false to be false and then still going along with the obstinate. Then, what specialty is there regarding the deobandis? Why mustn't the shia and Qadiyanis be granted leave, on the basis of not having any intention of rudeness? Intention means belief by heart. Neither will anyone (just) declare his intention, nor will one's intention (simply)be known. Thereafter, how then should any statement be considered kufr, even if it is as clear as it should be (as the intention will not be simply known according to the author)?

Is it not to put an end to the distinction between kufr and Iman? It must be asked whether it is not to keep the ruling of Deen unsafe, or is it not destroying the school of all Theologians (Fuqaha) and scholars?

What excuse of the Ulama's opposition (difference of the UlamaIkhtilaaf-e-Ulama) is this, through whi- ch all the precepts of the Ulama became ineffective? The consequences of taking the opposition by the Ulama as an excuse, is clear through our ques- tion. In this connection, the author wrote two statements. Probably the com- ment on the first phrase is left out.

Now we should ask spectators gathering both the phrases, what do they think through the meeting of both?

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN-243003

Editor, Printer, Publisher & Proprietor : Asjad Raza Khan

Tittle Code : UPMUL00639
RNI Reference. No. : 1279986

Per Copy : Rs. 20.00
Per Year : Rs. 250.00

سنی دنیا کی نئی ٹیم اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی پیہم کاوشوں کے نتیجہ میں دن بدن بڑھتے رسالہ کے ممبران کی تعداد پر

حضور تاج الشریعہ کا اظہار مسرّت

شہزادہ گرامی حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے راقم الحروف سے فرمایا: جب میں نے ابا کو بتایا کہ صرف چند ماہ کی کاوشوں میں ماہنامہ سُنّی دُنیا کی تعداد ماشاء اللہ چوگنی کے قریب پہنچ گئی ہے تو آپ از حد مسرور ہوئے، مزید میں نے بتایا کہ اس سلسلے میں نئے مدیر، ان کی پوری ٹیم اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی چند شاخوں کا اہم رول ہے، یہ سن کر تاج الشریعہ سبھی معاونین وممبران بالخصوص جماعت رضائے مصطفیٰ کی سرگرم شاخوں کے اراکین کے لئے دیر تک دین و دنیا کی بھلائی، کامیابی اور کامرانی کی خصوصی دعا فرماتے رہے۔

الحمدللہ! دن بدن بڑھتی سنّی دنیا کی مقبولیت اور اس کے لئے ملک میں پھیلی جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخوں کے ممبران جس جگر سوزی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس سے شہزادہ گرامی بھی بے حد خوش ہیں، مزید جماعت کی ان شاخوں سے جو اب تک اس سلسلے میں سرگرم نہیں ہوئے ہیں، ان سے امید قوی رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس سلسلے میں اپنی کوششوں کا آغاز کر دیں تا کہ ماہنامہ سنی دنیا جلد از جلد گھر گھر پہنچ کر فروغ اہل سنت کے لئے امام اہل سنت کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا فریضہ انجام دے سکے۔

مولائے کریم حضور تاج الشریعہ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے تا کہ ہم خادمان مسلک اعلیٰ حضرت آپ کے جلوہ زیبا کی زیارت سے حوصلوں کی خیرات لیتے ہوئے آپ کی دعاؤں کے سائے میں بے وخطر دین وسنت کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

सुन्नी दुनिया की नई टीम और जमात-रज़ाये-मुस्तफ़ा की पैहम काविशों के नतीजे में दिन-ब-दिन बढ़ते रिसाले के मेम्बरान की तादाद पर

हुज़ूर ताजुश्शरीआ का इज़्हारे मसर्रत

शहज़ाद-ए-गिरामी हज़रत अल्लामा असजद रज़ा ख़ाँ क़ादरी ने राक़िमुल हुरूफ़ से फ़रमाया: जब मैंने अब्बा को बताया कि सिर्फ़ चन्द माह की काविशों में **सुन्नी दुनिया** की तादाद माशा अल्लाह चौगुनी के क़रीब पहुंच गई है तो आप अज़हद मसरूर हुए। मज़ीद मैंने बताया कि इस सिलसिलें में नये एडीटर, उनकी पूरी टीम और जमात रज़ाये मुस्तफ़ा की चन्द शाखों का अहम रोल है। ये सुनकर ताजुश्शरीआ सभी मुआवेनीन व मेम्बरान ख़ासकर जमात रज़ाये मुस्तफ़ा की सरगर्म शाखों के अराकीन के लिए देर तक दीनो-दुनिया की भलाई, कामयाबी और कामरानी की ख़ूसूसी दुआ फ़रमाते रहे।

अल्हम्दु लिल्लाह सुन्नी दुनिया की बढ़ती मक़बूलियत और इसके लिए मुल्क में फ़ैली जमात रज़ाये-मुस्तफ़ा की शाखों के मेम्बरान जिस जिगरसोज़ी का मुज़ाहिरा कर रहे हैं उससे शहज़ाद-ए-गिरामी भी बेहद खुश हैं और मज़ीद जमात की उन शाख़ों से जो अब तक इस सिलसिले में सरगर्म नहीं हैं उनसे उम्मीद रखते हैं कि वह भी इस सिलसिले में जल्द से जल्द अपनी कोशिशे शुरू करेंगे।

راقم محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

مدیر: ماہنامہ سنی دنیا ومفتی: مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

मुहम्मद अब्दुर्रहीम नश्तर फ़ारुक़ी, एडीटर सुन्नी दुनिया

FAIZA PRINTERS, BLY
ARSHI - 9368643470